

ماہنامہ  
تذکرہ اسلام  
شہزادہ شہزاد

دسمبر 2009ء، محرم الحرام 1430-31ھ

بیت اللہ

بیت اللہ

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسین <sup>واللہ</sup> ہے ابتدا ہے اسماعیل <sup>علیہ السلام</sup>

بیت اللہ

شیخ کمال شیربانی اعلیٰ حضرت میاں شہر محمد شرقی کے واسطے

یارب نامہ اعمال میں لکھ دے گدا کے مصطفیٰ ﷺ



# شیربانی انسٹالر

آکومپٹیک پلاٹ سے سپاہ چاول تیار کئے جاتے ہیں

کمپیوٹرائزڈ جدید پلاٹ

پروٹیکٹور گروہ اعلیٰ کوالٹی

کے چاول کی خرید و فروخت

کا پائمنٹ مرکز

پروپرائٹرز: حاجی محمد رمضان، حاجی محمد شوکت

چڑانوالہ روڈ چکی ضلع ننکانہ صاحب

فون نمبر (آفس) 056-2721111-2004684-056-2721411

056-2721111-2721112

0300-8413842-0300-8465013

(رہائش)

(موبائل)

# ماہنامہ نور اسلام

شرقیہ شریف

رجسٹرڈ نمبر LRL-66، جلد نمبر 54، شماره نمبر 12، دسمبر 2009ء، بمطابق ذوالحجہ المحرم 1430-31ھ

بیادگار  
 ثانی الاثنیٰ حضرت غلام اللہ شرقیہ شریفی علیہ السلام  
 شہباز لامکانی میاں  
 سجادہ نشین  
 سجادہ نشین  
 میاں خلیل احمد شرقیہ شریفی  
 میاں جمیل احمد شرقیہ شریفی  
 سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شرقیہ شریف

زر معاونت 500 روپے	فی شماره 15 روپے
معاونین خصوصی 1000 روپے	سالانہ چندہ برائے پاکستان بذریعہ عام ڈاک 150 روپے بذریعہ رجسٹری 300 روپے
	سالانہ چندہ برائے مشرق وسطیٰ، جنوب مشرق ایشیا، یورپ افریقہ 20 امریکی ڈالر آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، جنوبی امریکہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ 25 امریکی ڈالر

فون شرقیہ شریف: 0562591054 فون لاہور: 7313356-7225144

مقام اشاعت: آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقیہ شریف ضلع شیخوپورہ

خط و کتابت: دفتر ماہنامہ نور اسلام کا شانہ شیر ربانی 15 جمیری سٹریٹ، جویری محلہ نزد حضرت داتا گھاناہ لاہور

میان جمیل احمد شرقیہ شریف نے آریڈیکس 2 کورٹ سٹریٹ 26 لوئر مال لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ نور اسلام شرقیہ شریف سے شائع کیا



مقامی شریکوہ شریف نقشبندی

وزیر اعلیٰ حضرت ثانی غلام اللہ پیر  
مشرقی اہل طریقت مظہر فیض کثیر  
.....  
وزیر اعلیٰ آں میاں جمیل احمد صاحب کمال  
جامع علم و عمل درخیر و خوبی بے مثال



مجدد الف ثانی شریکوہ شریف

ع  
جمہور اللہ

حضرت امام اربابانی

# مجدد الف ثانی شریکوہ شریف

27, 28 صفر المظفر  
13-14 فروری 2010ء بروز ہفتہ اتوار  
شریکوہ شریف میں منعقد ہوگا

ختم مبارک  
کا سالانہ

شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

اہل اسلام سے اپیل ہے صفر المظفر کا پورا مہینہ ملک کے گوشے گوشے میں یوم حضرت مجدد الف ثانی منایا جائے

قدوة العالمین زبدۃ العارفین  
حضرت میاں غلام اللہ شریکوہ شریف  
نقشبندی ختم مبارک  
المعرف ثانی لاہلی  
کا سالانہ  
شریکوہ شریف  
17، 18 اکتوبر 2010ء 8-9 ذیقعد بروز اتوار پیر میں منعقد ہوگا

شریکوہ شریف لاہور، اتوار روز پر 32 کلومیٹر، ہر اساتہ سوزوے فیض پورہ، صبح سے 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے

زیر اہتمام  
بانی تحریک یوم مجدد  
فخر الشیخ  
جناب مولانا جمیل احمد شریکوہ شریف  
نقشبندی، بھکرادی  
شارہ نشین آستان عالیہ  
شیروانی شریکوہ شریف  
Ph: 056-2591054-2590791  
Mobile: 0300-4243812

مقامی شریکوہ شریف، حلیہ شریکوہ شریف، میاں خلیل احمد شریکوہ شریف، میاں ولید احمد شریکوہ شریف

## فہرست

4		ارشاد باری تعالیٰ
5		ارشاد نبوی ﷺ
6	محمد علی ظہوریؒ	نعت شریف
7	ادارہ	سردار
9	مرزا ریاض احمد حافظ آبادی	عظمتِ مصطفیٰ ﷺ
17	احمد علی نقشبندی مجددی	محبت رسول کریم ﷺ
23	غلام مصطفیٰ صغی نقشبندی مجددی	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
29	قدر آفاق ایم۔ اے	سیدنا عمر فاروقؓ کی امانت اور درویشی
33	شیخ محمد حنیف نقشبندی	حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
37	قاضی محمد نور اللہ نقشبندی مجددی	شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ
47	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی	اسلامی حکومت اور قضا
53	ڈاکٹر نذیر احمد شرق پوری نقشبندی	حضرت مولانا یعقوب چرخ رحمتہ اللہ علیہ
59	سعید احمد صدیقی ایم۔ اے	گوشہ نشینی اور خاموشی کے فوائد
64	ادارہ	اوقات نماز

# انشادِ باری تمہاری



قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ  
 وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ  
 وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نِ افْتَرَقْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ  
 تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَسُلُوكٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ  
 مِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَو  
 نَاصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي  
 الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

(التوبة: ۲۴)

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا گنبد  
 اور تمہاری کھالی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان  
 یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو  
 راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

# ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم



عن عبد اللہ بن

عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 "من الكباثر شتم الرجل والديه" قالوا  
 يا رسول الله! وهل يشتم الرجل والديه؟  
 قال نعم، ليسب أبا الرجل فيسب أباه  
 وليسب أمه، فيسب أمه"

متفق عليه

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی شخص کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو جس گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ان جب کوئی شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ جب وہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جو ابا گالی دیتا ہے تو پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالی دی۔

## نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

درد کا درماں قرار جاں ہے نام مصطفیٰ  
 زندہ ہیں اس کے سہارے سب غلام مصطفیٰ  
 ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے تھے نادار و امیر مصطفیٰ  
 اللہ! اللہ! شوکت دربار عام مصطفیٰ  
 گونج اٹھے دشت و جبل اللہ کی توحید سے مصطفیٰ  
 چار سو پھیلا دیا حق نے پیام مصطفیٰ  
 ان کے منہ سے جو بھی نکلا وہ ہے فرمان خدا مصطفیٰ  
 میں اسے قرآن سمجھوں یا کلام مصطفیٰ  
 عرش پر وہ تھے خدا تھا دوسرا کوئی نہ تھا مصطفیٰ  
 بالا تر ہے فہم انساں سے مقام مصطفیٰ  
 کاش دیکھیں ہم ظہوری وہ سہانی صبح نور مصطفیٰ  
 روشنی پھیلائے جا ہر سو نظام مصطفیٰ

(محمد علی ظہوری)



## سردار

ایک بار سرداران قریش میں سے حضرت ابوسفیان اور حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کسی ذاتی کام کی غرض سے حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس اہل بدر میں سے حضرت صہیب رومی۔ حضرت بلال حبشی اور حضرت عمار رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بیٹھے تھے۔ آپ ان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کہ یہ صاحبان بھی آگئے۔

آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ان کے سلام کا جواب دیا۔ حاضرین میں سے کچھ احتراماً کھڑے ہونے لگے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مجلس کے تقدس کو مجروح نہ کریں۔ لہذا کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔

ان سرداروں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ان کی سرداری کا نشہ چاہتا تھا کہ ساری مجلس کے افراد کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگے بڑھ کے ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔

اب ان کی دوسری خواہش یہ تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اپنے پہلو میں بٹھائیں گے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں یہ اعزاز بھی نہ دیا۔

اور اب ان کی تیسری تمنا یہ تھی کہ ان کی بات پہلے سنی جائے مگر اس کی نوبت بھی نہ آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے۔ اور گاہے گاہے حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما سے کوئی بات کر لیتے۔

یہ سرداران حسد کی آگ کے کونکوں پر بڑھنے لگے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے سامنے ریشبان مکہ بھی دم نہ مارتے تھے۔ برداشت نہ کر سکے۔ ان سے اپنی خود نمائی کی پامالی دیکھی نہ گئی۔ انہوں نے نہایت ہی جھیں بہ جھیں ہو کر کہا اے عمر! یہ کیا قیامت ہے کہ آپ ہماری موجودگی میں ان غلاموں کو ہم پر ترجیح دے رہے ہیں۔ ہمیں ملاقات کا موقعہ نہیں دیا جا رہا جبکہ ہم

ادھر بیٹھے منہ تکتے جا رہے ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت بھول گئے کہ یہ اسلام کا دربار ہے یہاں عزت و عظمت اور شرف کا امتیاز دنیوی جاہ جلال، ہکے پیانے سے نہیں دیکھا جاتا۔ خاندانی بڑائی کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ تقویٰ کی میزان ہی اولیت کی درجہ بندی کرتی ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ برابر ان لوگوں سے محو گفتگو تھے جنہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کہا تھا۔

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ساتھ ہی باہر کھڑے تھے۔ سمجھایا کہ اے ابوسفیان! یہ موقعہ حسرت کا ہے غضب کا نہیں۔ اسلام نے سب کے ساتھ تمہیں بھی بلایا تھا۔ مگر تمہاری بد قسمتی نے تمہیں پیچھے ڈال دیا۔ اور تمہارے غلام تم سے آگے نکل گئے۔ انہیں اللہ نے ایمان لانے کی توفیق تم سے پہلے دے دی۔ انہوں نے تمہاری سختیاں برداشت کیں۔ آج اللہ نے انہیں یہ درجہ عطا فرمایا ہے۔ جس پر تم بھی رشک کرتے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان! جانتے ہو! نبی ﷺ کے یہ صحابہ تم سے پہلے یہاں آئے ہوئے تھے۔ ان کا پہلے آنا نہیں یہ حق دیتا ہے کہ ان کی بات بعد میں آنے والوں سے پہلے سنی جائے۔ اور سنو اگر تم سب اکٹھے بھی آتے تو بھی میں ان لوگوں کو آپ پر ترجیح دیتا۔ کیونکہ انہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی ہے۔

یہ بات سن کر سردار خاموش ہو گئے۔

آج ہم مختلف جگہوں پر ایسے مناظر دیکھتے ہیں کہ بعد میں آنے والے کسی بھی تعلق کی بنا پر پہلے والوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ بل جمع کروانے والی کھڑکی یا حصول نکلٹ پر ہم اکثر اس بات کو دیکھ پاتے ہیں۔ ایسے ہی سرکاری نوکریاں ان لوگوں کو مل جاتی ہیں جن کے پاس رشوت یا سفارش ہوتی ہے۔

یہ صورت حال اس وجہ سے بن جاتی ہے کہ اصول اور قاعدے مدون کرنے والے خود نہیں چاہتے کہ ان کے قاعدوں اور اصولوں پر عمل کیا جائے۔ وہ شاید اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ قطار میں کھڑے ہونے والوں میں بوڑھے بھی ہیں اور بیمار بھی۔

اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمادے۔

## عظمت مصطفیٰ ﷺ

مرزا ریاض احمد حافظ آبادی

جن مختلف انسانی طبقوں نے ہم پر احسانات کئے ہیں وہ شکر یہ کے مستحق ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ ہم پر جن بزرگوں کا احسان ہے وہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوم کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین نمونہ پیش کیا۔ مثلاً "کسی نے صبر کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد، غرض ہر ایک نے دنیا انسان کی پر بیچ زندگی کے راستہ میں ایک مینار نور قائم کر دیا۔ جس سے صراطِ مستقیم کا پتہ لگ سکے۔ مگر ضرورت ایک ایسے راہنما اور رہبر کی تھی جو ' ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پوری دنیا کو الہی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشناس کرائے۔ گویا انسانیت کے ہاتھ میں عملی زندگی کا پورا "دستور حیات" دے جس سے ہر مسافر بے خطر منزل مقصود کا پتہ پائے اور رہنما سلسلہ انبیاء کے آخری فرد حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے :-

بِإِذْنِ اللَّهِ أَنَا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بَلَاغًا وَسِرَاجًا مُنِيرًا (22 پ، احزاب ع 3)

"اے پیغمبر! ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا (نیکیوں کو) خوشخبری سنانے والا (خائفوں کو) ہوشیار کرنے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور ایک روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ عالم میں خدا کی تعلیم و ہدایت کے شاہد ہیں۔ نیکی کاروں کو فلاح و سعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہیں جو بے خبر ہیں ان کو ہوشیار کرنے والے نذیر ہیں۔ بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہیں۔ اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہیں۔ یعنی آپ کی ذات اور آپ کی زندگی راستہ کی روشنی ہے جو راہ کی تاریکیوں کو کافور کر رہی ہے۔ یوں تو ہر پیغمبر خدا شاہد، داعی، مبشر اور نذیر بن کر اس دنیا میں آیا ہے۔ مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگیوں میں عملاً "یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں۔ بہت سے انبیاء ایسے تھے جو خصوصیت کے ساتھ

شاید ہوئے۔ مثلاً "حضرت یعقوب علیہ السلام" حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسمعیل علیہ السلام وغیرہ بہت سے ایسے تھے جو نمایاں طور پر مبشر بنے۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بہت سے ایسے تھے جن کا خاص وصف نذیر تھا۔ مثلاً "حضرت نوح علیہ السلام" حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام۔ بہت سے انبیاء ایسے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعی حق تھے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام وغیرہم۔ لیکن وہ پیغمبر جو شاہد، نذیر، داعی، سراج منیر سب کچھ بیک وقت تھا اور جس کے مضابطہ حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں تھے وہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰت والتیمات تھے۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جس کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ اب تک اللہ جل شانہ نے اس بندہ خاکی کو مختلف زمانوں میں سبق بتائے تھے۔ اور اب ان تمام ہدایات اور اسباق کو یکجا کر کے ساری دنیا اور پورے زمانے کے لئے جاری کرنا تھا۔ اس لئے آپ ایسی شریعت دے کر بھیجے گئے جو کامل تھی اور جس کی تکمیل کے لئے پھر کسی دوسرے کو نہ آنا تھا۔

آپ کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی یعنی قیامت تک اس کو زندہ رہنا تھا۔ اس لئے آپ کی ذات پاک کو مجموعہ کمال اور دولت بے زوال بنا کر بھیجا۔ یہ مذہبی عقیدہ کی بنیاد پر محض دعویٰ ہی نہیں ہے، بلکہ حضور علیہ السلام کی نبوت کی سبب سے جس کی بنیاد دلائل شہادتوں پر قائم ہے۔

وہ سیرت یا نمونہ حیات جو انسانوں کے لئے آئیڈیل سیرت کا کام دے اس کے لئے متعدد شرطوں کو پورا کرنا ضروری تھا جن میں سب سے پہلی اور اہم شرط تاریخت ہے۔

**تاریخت:** تاریخت سے مقصود یہ ہے کہ ایک کامل انسان کے جو سوانح اور حالات پیش کئے جائیں وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہوں۔ ان کی حیثیت قصوں اور کہانیوں کی نہ ہو روزمرہ کا تجربہ شاید ہے کہ انسان کی سائیکالوجی یہ ہے کہ کسی سلسلہ حیات کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فرضی اور خیالی یا مشبہ ہے تو خواہ وہ کیسے ہی موثر انداز میں کیوں نہ پیش کیا جائے طبیعت اس سے دریا گرا اثر نہیں لیتی۔ اس لئے ایک کامل سیرت کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے اس کے تمام اہم اجزاء کی تاریخت یقینی ہو سبب ہے کہ تاریخی افسانوں سے جو اثر طبیعتوں میں پیدا ہو وہ خیالی افسانوں سے نہیں ہوتا۔

سیرت کا تاریخی حیثیت رکھنے کا دوسرا ضروری سبب یہ ہے کہ آپ اس سیرت کا نقشہ

محض دلچسپی یا فرصت کے گھنٹوں میں مشغولت کے لئے پیش نہیں کرتے بلکہ اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی اس نمونہ پر ڈھالیں اور اس کی پیروی یا تقلید کریں۔ لیکن وہ زندگی جو تاریخ یا واقعات سے ثابت نہیں اسے کیونکر قابل عمل اور پیروی و تقلید کے لائق ہونے پر زور دے سکتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرضی دور کے میٹالوجیکل قصے ہیں ہر کوئی انسان اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہیں ڈال سکتا اس لیے سیرت کا تاریخی اسناد پر پورا اترنا ضروری ہے۔

ہم تمام انبیاء کرام کا ادب و احترام کرتے ہیں اور ان کے سچے ہونے پر یقین رکھتے ہیں مگر۔

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض "یہ پیغمبر ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

کے بھی قائل ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال سیرت اور ختم نبوت کو جو دوام حاصل ہوا ہے وہ دیگر انبیاء کرام کی سیرت و نبوت کو اس لئے حاصل نہیں ہوا کہ ان کی آخری نبوت نہ تھی۔ بلکہ ان کے بعد یہ شرف حضور علیہ السلام کو حاصل ہونے والا تھا اس لئے ان کی سیرت اور تعلیم بتدریج منقود ہوتی گئی۔ اگر غور سے دیکھا جائے کہ دنیا میں کتنے پیغمبر تشریف لائے تو اس سلسلہ میں ہمیں اسلامی روایت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جس کے مطابق وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور ہر قوم میں مختلف زمانوں میں مبعوث ہوئے۔ مگر ان میں سے کتنے پیغمبروں کے ناموں کو ہم جانتے ہیں اور ان کے زمانے کے متعلق ہمیں کیا علم ہے؟ اس وقت دنیا میں چند بڑے مذاہب ہیں اب ان ہی کے پیغمبروں کے متعلق دیکھئے کہ ان کے متعلق ہمیں کیا معلومات ملتی ہیں۔ اور تاریخ میں ان کو کیا مقام حاصل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال ہم کو تو ریت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر آج کل جو تو ریت موجود ہے وہ اہل تحقیق اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدہا سال بعد وجود میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ تو ریت میں پہلو بہ پہلو ہر واقعہ کے متعلق دو مختلف صورتوں یا روایتوں کا سلسلہ ہے جو باہم متضاد ہیں۔ اب ایسی صورت میں نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک تمام انبیاء کے واقعات کو کیا تاریخی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات انجیلوں میں درج ہیں۔ ان بہت سی انجیلوں میں سے آج عیسائی دنیا کا بیشتر حصہ صرف چار انجیلوں کو تسلیم کرتا ہے باقی انجیلیں مستند قرار نہیں دی

گئیں۔ ان چاروں انجیلوں میں سے ایک انجیل کے بھی لکھنے والے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود نہیں دیکھا۔ انہوں نے کسی سے سن کر ان حالات کا مجموعہ تصنیف کیا۔ یہ بھی معلوم نہیں اور نہ ہی ان کے زمانہ تصنیف کے متعلق علم ہے۔

یہاں ہم مغربی عیسائی عالموں سے پوچھتے ہیں کہ ان کے خیال میں دنیا میں کس کی زندگی کے حالات مستند روایات سے ہم تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب ”اپولوژی فار محمد اینڈ دی قرآن“ (FOR MUHAMMAD AND THE QURAN) (APOLOGY) کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں کہ ”اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام محققین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے واقع عمری محمد کے واقع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔“

پاس وار تھ سمتہ فیلو آف ٹرینیٹی کالج آکسفورڈ نے اپنی کتاب ”محمد اینڈ محمد ازم“ میں نہایت خوبی سے کہا ہے :-

”جو کچھ عام طور پر مذہب کی انا معلوم ابتدا کی نسبت صحیح ہے وہ بد قسمتی سے ان تین مذاہب اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جن کو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہیں ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم جانتے ہیں اور ان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں شاید زیادہ جانتے ہیں۔ ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں جو ہم امبریس (AMBRASE) اور سپنر (SPINRER) کے متعلق جانتے ہیں۔ ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے نکلنے میں سے نکلنا جانتے ہیں ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پر وہ اٹھا سکتا ہے جس نے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بھی زیادہ کرے۔“ اور پھر آگے جا کر لکھتے ہیں کہ :-

”لیکن اس کا کتنا حصہ ہے جو ہم جانتے ہی نہیں۔ ہم مسیح کی والدہ، ان کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، اور ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تاریخی ظلوغ یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں۔ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو ہمیشہ سوالات ہی کی صورت میں رہیں گے۔ لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں۔ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جتنا لیو تھر اور ملٹن کے متعلق سیتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائے عرب کے مصنفین میں نہیں یا اگر ہیں تو آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جاسکتے ہیں کوئی شخص یہاں نہ تو خود دھوکا دے سکتا ہے اور نہ دھوکا کھا سکتا ہے اور دوسرے یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔" (صفحہ ۱۳-۱۵، ۱۸۸۹ء)۔

یہ ہیں عیسائیوں کے محققین کے اقتباسات و خیالات۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق اب ایک منصف مزاج خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان روایات کے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخی حیثیت کیا رہ جاتی ہے اور آپ کی پیروی کہاں تک مناسب ہے!

کاملیت: کسی انسانی سیرت کے دائمی نمونہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے صحیفہ حیات کے تمام حصے ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں۔ کوئی واقعہ پردہ راز میں نہ ہو۔ بلکہ اس کی زندگی کے تمام پہلو ہماری نظر میں ہوں اور اس نے جو کچھ دوسروں کو عمل کرنے کے لئے فرمایا سب سے پہلے اپنا عملی نمونہ پیش کیا ہو۔ حتیٰ کہ مہند سے لے کر لحد تک کے حالات معلوم ہوں تاکہ ہر پہلو پر اور ہر کام میں اس کی پیروی کی جائے اور جسے اپنی زندگی کا مطمح نظر بنا کر عمل کیا جائے۔ اب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس معیار پر بھی صرف ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پورے اترتے ہیں۔

انبیائے سابقین میں سب سے مشہور زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ آپ کی زندگی کے حالات ہمیں توریث سے ملتے ہیں اس سے قطع نظر کہ توریث کو کیا تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں صرف یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اور فرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں۔ اور دو موقعوں پر بنی اسرائیل کی مدد کرتے ہیں۔ پھر مصر سے بھاگ کر مدین چلے جاتے ہیں جہاں شادی ہوتی ہے پھر کچھ مدت بعد واپس آتے ہیں اور راستے میں نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ مصر آکر چند معجزات دکھاتے ہیں بنی اسرائیل کو آزاد کرانے کی کوشش کرتے ہیں بالآخر غفلت میں مع اپنی قوم کے نکل جاتے ہیں۔ خدا کے حکم سے سمندر میں راہ مل جاتی ہے فرعون غرق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی قوم کو لے کر عرب اور شام کی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ کافر باشندوں سے لڑائیاں لڑتے ہیں اور بوڑھے ہو کر ۱۲۰ برس کی عمر میں ایک پہاڑی پر وفات پاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی مگر غور سے دیکھیں کہ اس طویل

زمانہ کی وسعت کو بھرنے کے لئے ہم کو ان کی زندگی کے کیا واقعات معلوم ہوتے ہیں ان کی سوانح کے ضروری اجزاء ہمارے ہاتھ میں کیا ہیں؟ کیونکہ انسان کو اپنی سوسائٹی کے عملی نمونہ کے لئے جن اجزاء کی ضرورت ہے وہ اخلاق و عادات، مجلسی اور معاشرتی زندگی کے طور و طریق ہیں اور یہی اجزاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ سوانح عمری میں کم ملتے ہیں۔

اسلام کے سب سے قریب العبد پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے پیرو آج کل یورپین مردم شماری کے مطابق تمام دوسرے مذاہب کے پیرووں سے زیادہ ہیں۔ مگر اسی مذہب کے پیغمبر کی زندگی کے اجزاء تمام دوسرے مشہور مذاہب کے بانیوں اور پیغمبروں کے سوانح سے بہت کم معلوم ہیں۔ آج عیسائی یورپ کے تاریخی ذوق کا یہ حال ہے کہ تمام دنیا کے کھنڈرات وغیرہ معلوم کر کے ان کی تاریخی حیثیت کے متعلق معلومات میں گراں قدر اضافہ کر رہے ہیں۔ مگر ان کا یہ مسیحائی علم جس چیز کو معلوم نہ کر سکا وہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بدفون واقعات ہیں۔

انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ موجود انجیلوں کی روایتیں اولاً "تو معتبر نہیں اور جو کچھ ہیں بھی تو وہ صرف ان کے آخری تین سالوں کی زندگی پر مشتمل ہیں ان کی زندگی کے پہلے ۳۰ برس یا کم از کم پچیس برس کا زمانہ کہاں گزرا اور کیسے گزرا؟ دنیائے عیسائیت اس سے ناواقف ہے اور رہے گی ان آخری تین برسوں کے واقعات میں بھی کیا ہے۔ چند معجزات۔۔۔ مواعظ۔۔۔ اور آخر۔۔۔ سولی!۔

**جامعیت:** کسی سیرت کا عملی نمونہ بننے کے لئے تیسری ضروری شرط جامعیت ہے۔ جامعیت سے مقصود یہ ہے کہ مختلف انسانوں کو اپنی زندگی میں جن نمونوں کی ضرورت ہو۔ وہ انہیں کسی ایک شخصیت کی زندگی میں مل جائیں تاکہ وہ اس کے نمونہ حیات کے مطابق اپنی زندگی اس طرح مکمل کر سکیں کہ اس ہستی کے عمل کو اپنے لئے راہنما تصور کر سکتے ہوئے بلا خوف و خطر اس کی تقلید کرتے رہیں وہ ہستی دنیا میں ان کے سامنے پیش آنے والے تمام واقعات میں ان کی راہنما ہو اور ان کے ہوتے ہوئے کسی عمل میں بھی کسی دوسرے کی احتیاج باقی نہ رہے۔ بلکہ ہر فرد اور انسان کو اپنے مختلف تعلقات اور روابط اور فرائض و واجبات کو ادا کرنے کے لئے جن مثالوں اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے وہ سب اس آئینہ زندگی کے آئینہ میں موجود ہوں۔ اگر اس نقطہ نگاہ سے بھی دیکھے تو معلوم ہو گا کہ سوائے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ مذہب کیا چیز ہے؟ خدا اور بندوں اور یا ہم بندوں



کے متعلق جو فرائض اور واجبات ہیں ان کو تسلیم کرنا اور ادا کرنا دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالانے کا نام ہے۔ اس لئے ہر مذہب کے پیروؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے پیغمبروں اور بانیوں کی سیرتوں میں ان حقوق و فرائض اور واجبات کی تفصیلات تلاش کریں اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو اس قالب میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق جب آپ تفصیلات ڈھونڈیں گے تو وہ پیغمبر اسلام کے سوا آپ کو کہیں نہیں ملیں گی۔ پوری تورات پڑھی جائے۔ خدا کی توحید اور اس کے احکام اور قربانی کی شرائط کے علاوہ تورات کی پانچ کتابوں میں کوئی ایسا فقرہ نہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلقات قلبی طاعت و عبادات، خدا پر توکل و یقین، خدا کی صفات کاملہ کی جلوہ گری۔ ان کے قلب اقدس میں کہاں تک تھی۔ حالانکہ اگر موسوی مذہب ہمیشہ کے لئے اور آخری مذہب کے طور پر آیا ہوا ہوتا تو اس کے پیروؤں کا فرض تھا کہ وہ ان واقعات کو قید تحریر میں لاتے، مگر خدا کی مصلحت یہ نہ تھی اس لئے ان کو اسکی توفیق نہ ملی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا آئینہ انجیل ہے لیکن اس میں اس ایک مسئلہ کے علاوہ کہ خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا۔ ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس دنیاوی زندگی میں اس مقدس باپ اور بیٹے میں کیا تعلقات اور روابط تھے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت میں خدا اور بندے کے تعلقات واضح ہوتے تو ساڑھے تین سو برس کے بعد پہلے عیسائی بادشاہ لوئیس میں تین سو عیسائی علماء کی مجلس، اس کے فیصلے کے لئے فراہم نہ کرنی پڑتی۔ اور اب تک ناقابل فہم راز نہ بنے رہتے۔ اسی طرح حقوق العباد کی حیثیت کو سمجھنے کے لئے بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام دیگر انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں خالی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی تقلید کا کوئی سامان نہیں رکھتی۔ چونکہ دنیا کی بیشتر آبادی متاہلانہ زندگی رکھتی ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسی زندگی گزاری ہی نہیں۔ اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے بیشتر حصہ آبادی کے لئے ان کی سیرت نمونہ نہیں بن سکتی۔ جس نے گھربار، اہل و عیال، مال و دولت، صلح و جنگ، دوست و دشمن کے تعلقات سے کبھی واسطہ ہی نہ رکھا ہو وہ اس دنیا کے لئے کیونکر مثال بن سکتا ہے۔ اگر آج دنیا ویسی ہی زندگی اختیار کر لے تو کل ابوہ سنسان قبرستان بن جائے۔ تمام ترقیاں دفنہ "رک جائیں" اور عیسائی یورپ تو شاید ایک منٹ کے لئے بھی زندہ نہ رہے۔

**عملیت:** کامل زندگی کا سب سے آخری معیار عملیت ہے۔ عملیت سے یہ مقصود ہے کہ

شارع دین اور بانی مذہب جس تعلیم کو پیش کر رہا ہے خود اس کا ذاتی عمل اس کی مثال اور نمونہ ہو۔ اور خود اس کے عمل نے اس کی تعمیل کو قابل عمل ثابت کیا ہو۔

خوش کن سے خوش کن فلسفہ پر دلچسپ سے دلچسپ نظریہ اور خوش آئند سے خوش آئند اقوال ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن جو چیز ہر شخص ہر وقت پیش نہیں کر سکتا وہ عمل ہے۔ انسانی سیرت کے اور کامل ہونے کی دلیل اس کے نیک اور معصوم اقوال و خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریے نہیں بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے اور دنیا صرف بات بنانے والوں کا مسکن بن کر رہ جائے۔ لاکھوں شارعین اور ہزاروں بانیان مذہب میں سے کس کی عملی سیرت اس معیار پر پوری اترتی ہے۔

”تو اپنے خداوند خدا کو اپنی ساری جان اور دل سے پیار کر، تو دشمن کو پیار کر جو تیرے واہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پھیر دے۔ جو تجھ کو ایک میل بیگار لے جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا۔ جو تیرا کوٹ مانگے تو اس کو کرتا بھی اپنا دے دے تو اپنے مال و اسباب کو خدا کی راہ میں دے دے تو اپنے بھائی کو ستر دفعہ معاف کر۔ آسمان کی بادشاہت میں دولت مند کا داخل ہونا مشکل ہے۔“

اس قسم کی بہت سی نصیحتیں بائبل میں موجود ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان تمام اقوال پر اپنی زندگی میں عمل کیا ہے۔ صاف معلوم ہو گا کہ ان نصیحتوں کا عمل سے کوئی تعلق نہیں جس نے خود دنیاوی زندگی نہ گزاری ہو، وہ بیوی بچوں کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے جس نے کبھی بیمار داری نہ کی ہو وہ اوروں کو کیا نصیحت کر سکتا ہے۔ جس کے پاس مال نہ ہو وہ سخاوت کا عملی نمونہ کیونکر پیش کر سکتا ہے۔ اس لئے جس کا عملی حصہ سامنے نہ ہو اس کو آئیڈیل اور قابل تقلید زندگی کا خطاب نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے انسان اس کی کس چیز کی نقل کرے گا اور اس کے کس عمل سے سبق حاصل کرے گا۔ ہمیں تو صلح و جنگ، فقر و دولت، ازدواج و تجرو، تعلقات خداوندی، تعلقات عباد، حاکمیت، محکومیت، سکون و غضب، جلوت و خلوت غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہیے۔ لامحالہ اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس معیار پر صرف سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہیں اترتی اور نہ ہی اتر سکتی ہے۔

گارڈ فری بیکنس جو بہت بڑا عیسائی مدیر ہے اپنی کتاب ”اپولو جی فار محمد“ میں لکھتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر 17 پر

## محبت رسول کریم ﷺ

(قرآن و حدیث کے آئینہ میں)

☆۔۔۔ احمد علی نقشبندی مجددی

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اسلام کے سیدھے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل ان كان آباؤكم وابناؤكم و اخوانكم و ازواجكم و عشيرتكم و اموال اقتر فتموها و تجارة تخشون كسادها و مساكن ترضونها احب اليكم من الله و رسوله و جهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامرہ و الله لا يهدي القوم الفاسقين. (سورة التوبہ، آلاية ۲۴)

ترجمہ: اے حبیب آپ فرمائیے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے یہاں ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو اپنے رشتہ داروں یا متعلقہ لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس آیت طیبہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی محبت کو تمام اشیاء پر مقدم کرنا واجب ہے اسی طرح آقا و جہاں ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ و الناس

اجمعین. (بخاری شرح القسطلانی..... ۱-۹۶)

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب میں اسے اس کے بچے، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اسی طرح ایک صحابی قیامت سے متعلق سوال پوچھتا ہے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تم نے اس کے لئے تیاری کتنی کی ہے عرض کی۔  
 اِنِّیْ اَحَبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلَہٗ۔

ترجمہ: میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔  
 آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتِ. (البخاری قسطلانی..... ۲-۱۰۳)

ترجمہ: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی ہوگی۔  
 محبت قلبی رحمان اور محبوب کی طرف منسوب تمام اشیاء سے پیار کا نام ہے جن اشیاء سے محبوب پیار کرے ان تمام اشیاء سے محبت بھی پیار کرے گا۔

محبت رسول ﷺ کے مختلف انداز:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر آپ کا ذکر اور آپ پر صلوٰۃ و سلام یہ سب آپ کی محبت کی نشانیاں ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مبارک، وفات کے بعد زیارت قبر انور، آپ کے احکام کی پیروی اور نواہی سے اجتناب آپ کے خلق عظیم اور کتاب و سنت سے محبت سعادت دارین کی بنیاد ہے۔

اور اسی طرح آپ کے اہل بیت، صحابہ کرام اور تابعین کی محبت بھی حقیقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی محبت ہے۔

قراء، حفاظ، محدثین، دین کے ائمہ مجتہدین، علماء ربانی صدیقین اور شہداء صالحین امت ان سب سے محبت بھی آپ کی محبت کا حصہ ہے۔

کتاب و سنت سے اسی بات کی راہنمائی ملتی ہے اور کثیر امت کا اس بات پر اتفاق ہے

کہ آپ علیہ السلام کی تعظیم و توقیر اور دل و جان سے عزت لازم ہے اور صفت ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلیل ہے۔

انا ارسلناک شہدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا باللہ و برسولہ و تعزروه و توقروه۔ (سورہ الفتح..... الآیہ ۹-۸)

ترجمہ: بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا تاکہ (اے لوگو) تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

(سورہ النور الآیہ ۶۳)

ترجمہ: نہ بنا لورسول کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو۔

ایک دوسرے کو مجتہدین نے اس سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کا ادب لازم ہے اور آپ کا نام لے کر پکارنا اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو قرآن کریم میں بھی آپ کو خطاب فرمایا گیا تو الفاظ یہ ہوتے تھے۔

یا ایہا النبی اے نبی کریم۔ (سورہ الحکریم..... آلیہ ۱)

یا ایہا المرسل اے چادر لپٹنے والے۔ (سورہ المرسل..... آلیہ ۱)

یا ایہا المدثر اے چادر لپٹنے والے۔ (سورہ المدثر..... آلیہ ۱)

اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کے ارشادات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم۔

(سورہ الاحزاب..... ۶)

ترجمہ: نبی (کریم) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

آپ علیہ السلام احکام الہیہ کے پہلے مبلغ اعظم ہیں آپ کی ذات کے صدقے انسانیت پر خوش بختی کا دروازہ کھلا ہے آپ علیہ السلام کی پیروی کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم  
الآخر. (سورة الاحزاب الآية ۶)

ترجمہ: بے شک تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے۔ اور کبھی یوں ارشاد ہوتا ہے۔

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله. (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: فرمادیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ایک جگہ یوں فرمایا۔

وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله  
شديد العقاب. (سورة الحشر ۷)

ترجمہ: جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول عطا فرمائے لے لو اور جس سے روک دیں روک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

آپ علیہ السلام کی محبت میں دین پر استقامت کا مظاہرہ کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا۔

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا

ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة التي كنتم توعدون. (فصلت ۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ سعادت مند جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے، اترتے ہیں ان پر فرشتے اور انہیں کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کو یوں حکم فرمایا۔

وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتُ. (الشوریٰ ۱۵)

ترجمہ: اور ثابت قدم رہیے جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔

اس حکم کے ساتھ آپ کی اتباع واجب فرمائی۔

”بے شک تمہاری راہنمائی کے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ در دل سے پاک ہے اس نے اپنے محبوب کے نام سے اپنے فرشتوں کی آنکھوں حوروں کے سینوں، غلمان کی پیشانیوں مسلمانوں کے دلوں عرش و کرسی بلکہ تمام مقدس مقاموں کو زینت بخشی۔

ملائکہ کی محفل میں انہیں کا چرچا، حوروں کی انجمنوں میں آپ ﷺ ہی کا غلغلہ

پیارے محبوب کی دونوں جہان میں دوہائی ہے۔ ایک خدائی ہے کہ ان کے قدموں پر گر رہی

ہے۔ زمین والے، آسمان والے، تمام جہان والے انہیں کے فدائی انہیں کے شیدائی شب بھر

جاگ کر اللہ اللہ کرنے والے انہیں کے آرزو مند انہیں کے تمنائی عرب سے عجم تک مختلف زبانوں

پر ان کی یاد جاری شرق سے غرب شمال سے جنوب تک ان کی یادگاری زبان والے تو زبان والے

بے زبانوں میں ان کی پکار ہے۔ غرض خدا کی خدائی ان پر شار ہے۔ پانی کی مچھلیاں انہیں کی یاد

میں موجیں کر رہی ہیں۔ چیزیاں انہیں کی محبت کا دم بھر رہی ہیں۔ شام کو بسیرا لینے والے انہیں کا

کھاتے ہیں۔ صبح کے چہانے والے انہیں کا گاتے ہیں یہ ذی روح ہیں اپنے مالک کو چانتے

آقائے نعمت کو پہچانتے ہیں۔

ستون حنا نہ ایک خشک لکڑی تھی دل نہ زبان، عقل نہ جان، حضور ﷺ نے منبرِ نو  
 ساختہ پر خطبہ فرمایا۔ فراقِ محبوب نے اسے خوب رلایا۔ جس طرح دودھ پیتا بچہ ماں سے چھوٹ کر  
 پھوٹ پھوٹ کر روتا اپنی جان کھوتا ہے، یہی حالت اس خشک لکڑی پر طاری تھی۔ فریاد بکا جاری  
 تھی۔ یہاں تک

کہ اس دلوں کے چین جانوں کے آرام نے اسے سینہ مبارک سے لگایا۔ تسکین پائی قرار آیا۔ خدا  
 جانے وہ تسلی بخش ادا تھی یا کوئی تسکین۔ وہ قرار جس نے اس رونے والے کو دفعۂ خاموش کر دیا۔  
 دل بے قرار میں صبر کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ یہی محبت رسول کریم ﷺ ہے۔



میں ان کا نام لیوا، وہ مجھ پر کریم ہیں  
 میری وفا جدا ہے نبی ﷺ کی وفا جدا  
 تحویل قبلہ کی ہے کیا توجیہ؟ دیکھ لو  
 کیا مرضی نبی سے ہے رب کی رضا جدا؟  
 دیکھے ہیں یوں تو ایک سے اک شہر دلتیں  
 پائی نبی ﷺ کے شہر کی لیکن فضا جدا  
 یارب معانقہ ہو مرا اس سے تو وہیں  
 رکھتی ہے رتبہ شہر نبی ﷺ میں قضا جدا  
 تو ہیں مصطفیٰ ﷺ سے نہیں بڑھ کے کوئی جرم  
 اس جرم کی دکھی ہے خدا نے سزا جدا  
 مالک یہ نعت گوؤں میں گو اکثرین ہے  
 محمود کو عطا ہوں حروفِ ثناء جدا



## فاروق اعظم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

☆۔۔۔۔۔ علامہ مصطفیٰ صفی نقشبندی مجددی

نبی اکرم ﷺ کے بعد اگر کوئی عدل کے میدان میں مشہور ہوا تو وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ اسلام کے دوسرے خلیفہ اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جانشین ہوئے۔ آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا نام عمر، لقب فاروق اور کنیت ابو حفص تھی۔ آٹھویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ حضور ﷺ سے 13 سال چھوٹے تھے۔ آپ کا سن پیدائش 582ء اور جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔

بچپن میں کچھ عرصہ اپنے باپ کے ساتھ اونٹ چرائے۔ جب ذرا جوان ہوئے تو لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اس کے علاوہ آپ نے علم الانساب، شہسواری، فن سپہ گری اور دوسرے مروجہ علوم سیکھے۔ آپ خطابت اور پہلوانی میں بہت ماہر تھے اور اکثر عکاظ کے میلوں میں جا کر اپنے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس کے لئے آپ نے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ آپ کی معاملہ جہمی کی وجہ سے اکثر قریش اپنے جھگڑوں میں آپ کو اپنا حکم بناتے۔

حضور ﷺ نے جب یہ سوچا کہ آپ کا قبول اسلام یقیناً اسلام کے لئے ایک طاقت ثابت ہوگا تو آپ ﷺ نے اللہ کے حضور دعا کی "اللہم اید الاسلام بعمر او عمرو یعنی اے اللہ اسلام کو عمر (بن خطاب) یا عمرو (بن ہشام) کے ذریعے طاقت بخش۔" چنانچہ آپ ﷺ کی یہ دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔

آپ کے ایمان لانے کی تفصیل سچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر نے دین اسلام کی مقبولیت دیکھی تو آپ نے ارادہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہی (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے تاکہ دین اسلام کا سرے سے ہی خاتمہ ہو جائے چنانچہ ننگی تلوار لے کر گھر سے نکل پڑے۔ آنحضرت

ﷺ اس وقت حضرت ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرما رہے تھے۔ راستے سے نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا ”عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟“ حضرت عمر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا ”پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہارے بہنوئی اور بہن اسلام لاکھے ہیں۔“ چنانچہ وہ وہیں سے سیدھے ان کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس وقت دونوں میاں بیوی قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ بہن نے اوراق قرآنی فوراً چھپا دئے۔ اندر داخل ہوتے ہی پوچھا ”کیا پڑھ رہے تھے؟“ پھر بولے ”کیا تم اپنے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو گئے ہو؟ بہنوئی نے جواب دیا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟ یہ جواب سن کر حضرت عمر نے اپنے بہنوئی پر تشدد کرنا شروع کیا۔ اس دوران بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کو بھی پٹنے لگے۔ اس پر بہن نے کہا ”عمر! یاد رکھ جس ماں کی کوکھ سے تو نے جنم لیا اسی ماں کی کوکھ سے میں نے جنم لیا ہے تو چاہے اب جو مرضی کر لے ہمارے دل میں روشن ہو جانے والی اسلام کی شمع کو تو نہیں بجھا سکتا۔“ اس پر حضرت عمر کا لہجہ کچھ بدلا تو کہنے لگے لاؤ میں بھی تو دیکھوں اس کو جو تمہارے پیغمبر (ﷺ) پر نازل ہوتا ہے۔ بہن نے کہا پہلے غسل اور وضو کرو۔ چنانچہ حضرت عمر نے ایسا کیا تو انہوں نے آیات قرآنی ان کو دکھائیں۔ حضرت عمر نے انہیں پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگے مجھے محمد (ﷺ) کی خدمت میں لے چلو۔

یہ مختصر سا قافلہ جب دار ارقم پہنچا تو دستک دی گئی۔ دروازے کی دراڑ سے ایک صحابی نے دیکھا تو عرض کی ”حضور! عمر آیا ہے۔“ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بولے ”آنے دو، اگر نیت نیک ہو تو ٹھیک ورنہ اسی کی تلوار سے اس سے نیٹ لوں گا۔“ عمر اندر آئے تو اسلام قبول کرنے کی خواہش کی۔ اس پر صحابہ میں اس قدر جوش پیدا ہوا کہ انہوں نے بے اختیار نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے مکہ کے درود یوار کو علم ہو گیا کہ عمر مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 34 سال تھی۔ ان کے مسلمان ہونے سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے جبکہ حضور ﷺ کی ولی

مراد پوری ہوئی۔

آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ آپ نے اشاعت اسلام میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں اسلامی مملکت کا رقبہ تقریباً بائیس لاکھ مربع میل ہو گیا۔ آپ کے دور خلافت میں عراق، ایران، شام، مصر، روم مسلمانوں نے فتح کیے۔ اس کے علاوہ آپ نے بہت سے محکموں کی بنیاد رکھی جن میں مجلس شوریٰ، صوبائی نظام حکومت، بیت المال، فوج، عدالتی نظام، محکمہ پولیس، جیل خانے، محکمہ ڈاک، محکمہ انہار، محکمہ تعمیرات، وغیرہ شامل ہیں۔ جو علاقے آپ کی زیر خلافت فتح ہوتے ان میں جب آپ کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو غیر مسلموں کے متعلق خصوصی ہدایات جاری فرماتے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جب شام فتح کیا تو آپ نے انہیں ایک خط لکھا جس میں آپ نے ذمیوں کے بارے میں لکھا "مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے، ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کا مال کھانے سے روکو اور ان سے جو شرائط طے کی گئیں ہیں ان کو پورا کرو"۔ اس کے علاوہ آپ نے ذمیوں کے متعلق جو احکامات جاری کیے وہ یہ ہیں:

- ☆ ذمیوں سے جو وعدہ کیا جائے اسے پورا کیا جائے۔
- ☆ ذمیوں کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔
- ☆ جزیہ کی وصولی میں سختی نہ کی جائے۔
- ☆ جزیہ لوگوں کی مالی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائے۔
- ☆ نادار، بے کسوں اور معذوروں کو جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
- ☆ جو ذمی فوجی یا دفاعی کاموں میں حصہ لیں ان سے اس سال جزیہ وصول نہ کیا جائے۔

آپ ایک مثالی حکمران تھے۔ آپ کی میرت و کردار کے بے شمار واقعات ملتے

ہیں۔ چند ایک یہاں درج کئے جاتے ہیں

☆ ایک آپ رات کو گشت فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ چند بچے رو رہے ہیں۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو پتہ چلا کہ بچے بھوکے ہیں اور ان کے گھر کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ آپ فوراً بیت المال آئے اور وہاں سے کچھ کھانے کا سامان بانڈھا اور بیت المال کے چوکیدار سے کہا کہ میرے کندھوں پر لا دو۔ انہوں نے عرض کی ”حضور! مجھے حکم فرمائیں میں اٹھا لیتا ہوں“ آپ نے فرمایا ”کل قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟“ وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے سامان اس گھر میں پہنچایا اور کھانا پکانے میں مدد کی اور واپس ہونے لگے تو اس عورت نے کہا ”بھائی! تمہیں تو خلیفہ ہونا چاہیے۔ عمر کو تو ہمارے حال کی خبر نہیں۔ ذرا اپنا تعارف تو کراتے جاؤ۔“ آپ نے فرمایا ”بہن مجھے معاف کر دینا میں ہی وہ عمر ہوں جو اب تک تمہارے حال سے بے خبر رہا۔“

☆ ایک دفعہ بیت المال میں کچھ مشک آیا۔ آپ وہ مشک گھر میں لا کر تول رہے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ آپ کی معاونت کر رہی تھیں۔ جب وہ تول چکیں تو انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے دوپٹے کے ساتھ پونچھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوپٹہ لیا اور دھونے لگے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا ”میں یہ پسند نہیں کرتا کہ غرباء کے مشک سے تو خوشبو حاصل کرے۔“

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ گورز مصر کے بیٹے نے ایک آدمی کو اس لئے مارا کہ وہ دوڑ میں ان سے آگے نکل گیا۔ اور کہا ”تو بڑے لوگوں (گورز کے بیٹے) سے آگے نکلتا ہے۔“ وہ مدینہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انصاف کا طلب گار ہوا۔ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معہ بیٹا طلب کیا اور

دونوں کی بات سنی۔ قصور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نکلا تو فرمایا ”اے مصری! اب تو بڑے لوگوں کے بیٹے کو مارا“ اور حضرت عمرو بن العاص کو مخاطب ہو کر فرمایا ”تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت 23ھ میں ہوئی۔ شہادت کے واقعہ کی

تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک ایرانی غلام ابولولوفیروز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے آقا مجھ سے دو درہم روزانہ ٹیکس لیتے ہیں جو میرے لیے بہت زیادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آمدنی اور پیشہ پوچھنے کے بعد جواب دیا کہ یہ رقم زیادہ نہیں۔ وہ غلام ناراض ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھانے مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو اس غلام نے آپ پر ایک زہر آلود خنجر سے حملہ کر دیا۔ اور چھ مہلک زخم لگائے۔ آپ ان زخموں سے جان بر نہ ہو سکے اور اس حادثہ کے تیسرے روز وہ عالم بقا کو رحلت فرما گئے۔ آپ نے 63 برس کی عمر میں وفات پائی۔

## ☆☆☆ عظمت اسلام

حضرت ابراہیمؑ کو تمام دنیا کا امام بنانے کے متعلق قرآن حکیم میں یہ آیت گرامی موجود ہے

قل انی جاعلک للناس اماما

دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام اپنی نسبت حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد سے قائم کرتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک کتب الہامی یعنی تورات و انجیل کا تعلق ہے ان میں تحریف کا سب اعتراف و اقرار کرتے ہیں۔ صرف قرآن حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی کھل صورت میں ابھی تک محفوظ ہے۔ بہر حال یہاں صرف یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ اس وقت کی دنیا میں پیغام حق حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ناصبین کی وساطت سے پہنچا۔

الغرض قرآن حکیم کی رو سے جملہ مذاہب عالم کا آغاز وہی رہنمائی کے تحت ہوا۔ بت پرستی، شرک اور خرافات کا اضافہ گمراہی اور بے رہروی کا نتیجہ ہے۔ موجودہ دور کے متعدد ماہرین بشریات بھی قرآن حکیم کے اس وعدے سے متفق ہیں۔

قرآن حکیم کے نزدیک خوف کو مذہب کی تخلیق میں کوئی دخل نہیں، بلکہ یہ ایک روحانی قوت ہے جو فکر، تدبیر اور تفکر کے ساتھ تائید ایزدی کے تحت وجود میں آتی ہے۔

جملہ مذاہب عالم کی ابتداء انعام الہی کے طور پر ہوئی۔ جبکہ مشیت ایزدی نے ہر قوم کو اس کی زمانی اور مکانی نسبت کے حوالے سے علم کی مقدار عطا کی۔ البتہ اسلام آخری مذہب ہونے کی بنا پر کھل ضابطہ حیات منیا کرتا ہے۔

# دراگدہ

اگر پیٹ میں یا گردہ میں درد ہو  
خواہ پتھری ہو یا نہ ہو  
اپنی پٹن کر کے پیٹ یا گردہ  
بابت نکال پھینکنا کوئی نئے  
علاج نہیں ہے

تشریف لاکر مشورہ کریں

حکیم حاجہ ماما محمد حکیم صاحب  
خلف الرشید و اشرف  
ماہر امراض معدہ  
جگر و گردہ وغیرہ

# مرض اط

عورت کے لیے  
جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے  
اگر وقت پر علاج کر لیا جائے تو  
یہ مرض فوراً ٹھیک ہو سکتا ہے

بچوں کا ضائع ہو جانا ● بچے سوکھ کر مر جانا اور یہ ایسی مرض کی وجہ سے  
اولاد نہ ہونا۔۔۔۔۔ آج ہی خط کے ذریعے اپنے حالات لکھ کر دوئی

منگوائیں یا خود تشریف لائیں

عورتوں کے امراض کے بہترین و فطری علاج  
دواخانہ خاص  
بیرون قلعہ مراد بخش - ۲۳ مین بازار منگ لاهور  
فون: ۳۵۱۸۱۸

## حضرت عمرؓ کی امانت اور درویشی

(قدر آفاق (ایم اے))

حضرت عمرؓ اپنی ذات اور اپنے نفس پر حد درجہ ایشیا روا رکھتے تھے اور بیت المال کے معاملہ میں آپ کی یہی سخت گیری دوسروں کے لئے بھی تھی اپنی ذات اور اپنے متعلقین کے لئے آپ جو کچھ بیت المال سے لیتے تھے (جسے بعد میں آپ نے اپنے ترکہ سے کہہ کر ادا کروادیا) اس کا زبردست محاسبہ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے:-

”امت کی یہ دولت اسی طرح میری نگرانی میں رہے گی جیسے یتیموں کا مال جس کا ناجائز طور پر کھانا منطلقاً حرام ہے اس کے بعد آپ اکثر سورۃ نساء کے چند الفاظ دہراتے تھے جن کا مطلب یہ ہے:-“

”جو شخص آسودہ حال ہو اس کو ایسے مال سے قطعی طور پر پرہیز رکھنا چاہیے اور جو بے مقدر ہو وہ مناسب طور پر یعنی بقدر خدمت کچھ لے لے“

سورۃ نساء، آیت ۶

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں بیت المال کی دولت کو مل یتیم کی طرح مقدس اور ناقابل خورد گردانتا ہوں۔ جب مجھے شدید ضرورت پیش آئے گی میں اس میں سے لے کے کچھ کھا لوں گا لیکن اگر میرے پاس اتنا ہو گا کہ میں اپنا کام چلا سکوں گا تو میں ہرگز اس دولت کو نہ اٹھ لگاؤں گا۔ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اپنی مثال ایک ایسے شخص کی دیتے تھے جو چند لوگوں کے ساتھ سفر میں نکلا ہو اور اس کے پاس ان تمام لوگوں کا مال و

اسباب امانت رکھو دیا گیا ہو۔ اب اس شخص کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ بغیر ساختیوں کی مرضی کے اس امانت کے مال میں خرابی کرے۔ اس سخت گیری اور درویش منشی کے باوجود حضرت عمرؓ نے اپنے دوستوں سے اس باب میں کہ بیت المال سے وہ کتنا لے سکتے ہیں، مشورہ کیا تھا۔ کچھ لوگوں نے تو یہ کہا کہ آپ اس قدر لے سکتے ہیں جتنا کہ آپ کے لئے اور آپ کے متعلقین کے لئے ضروری ہو اور ان کے مصارف کو پورا کر کے، لیکن حضرت علیؓ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ صرف دو وقت کے کھانے بھر کی رقم لے سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ ہی کا مشورہ قبول کیا۔ چنانچہ آپ بیت المال سے صرف اس حد تک لیتے تھے جس کی واقعی ضرورت ہوتی تھی۔ اپنے اہل و عیال کو آپ اوسط درجے کے لوگوں کا کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے پہننے کے لئے آپ بیت المال سے کچھ کپڑے بھی لیتے تھے۔ بس ایک جوڑا گری کے لئے اور ایک جاڑے کے لئے!

اس میں آپ اپنی ذات پر انتہا درجہ کا تشدد فرماتے تھے۔ کپڑے جب تک بالکل ہی پھٹ نہ جلتے تھے آپ دوسرے کپڑے نہ لیتے تھے۔ کبھی کبھی کیا اکثر کپڑوں میں میوند لگاتے تھے۔ ٹانگے لگاتے تھے۔ کبھی کبھی تو آپ ببول کے کانٹوں سے اپنے پیراں پر خلافت کی دریدگی میں زخموں فرماتے تھے!

روایت ہے کہ ایک دن آپ کو جمعہ میں دیر ہوئی۔ لوگ بہت دیر تک منتظر رہے لیکن آپ نہ آئے لوگوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوا ہی چاہتا تھا کہ حضرت عمرؓ خطاب کرنے کے لئے رہنبر پر بیٹھ گئے اور دیر سے آنے کی معذرت چاہی۔ دیر سے آنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی قمیص دھوئی تھی جسے خشک کرنا چاہتے تھے وہ اب تک خشک نہ ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے پاس اتنی دولت یقیناً تھی کہ وہ اسودگی اور فراغت میں بسر کر سکتے تھے لیکن آپ کو یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ لوگوں کو یہ بدظنی تک پیدا ہو سکے کہ یہ اسودگی اور خوشحالی بیت المال کی رقم کی بنیاد پر ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس زہد اور اس اتقا اور اس درویشی کا سبب یہ بھی تھا کہ آپ کو آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کا طریق زندگی منظور تھا۔



آپ فرمایا کرتے تھے :-

”میرے دو رفیق ہیں ان دونوں نے ایک خاص انداز میں زندگی کے دن کاٹے ہیں اور میری یہ خواہش ہے کہ ہو بہو ان کے طریقوں پر عمل کروں کیونکہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو بعد میں میری مثال سے دوسرے بھی آنحضرتؐ اور صدیق اکبرؓ کی روشوں سے انحراف کریں گے۔“

اس کے باوجود فاروق اعظمؓ بیت المال سے قرض لینے کو جائز سمجھتے تھے۔ جیسے وہ میسر آجانے پر واپس بھی کر دیا کرتے تھے۔ جب ادائیگی میں دیر ہوتی تو بیت المال کا منصم آکے تقاضا بھی کر دیا کرتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کوئی نہ کوئی صورت کر کے اس قرض کو ادا کر دیتے تھے۔ کبھی کبھی یہ فرض اس رقم سے ادا ہوتا تھا جو آپ کو اس عطیہ کی شکل میں ملتی تھی جو حکومت، قوم کے افراد میں بانٹتی تھی۔

زنجی ہونے کے بعد جب آپ کو اپنی موت کا احساس ہونے لگا تو آپ نے ان تمام رقم کا حساب لگایا جو آپ کے نزدیک بیت المال کا قرضہ تھیں۔ یہ رقم آٹھ ہزار دہم سے کچھ زائد تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو حکم دیا کہ وہ اس رقم کو بیت المال کو ادا کر دیں۔ آپ نے ان سے کہا کہ جب میں مراؤں تو پہلے میری دولت کا پھر میری اولاد کی دولت کا اندازہ لگاؤ۔ اگر ان کی دی ہوئی رقم سے کام بن جائے تو خیر ورنہ قریش سے بحیثیت قبیلہ اس رقم کا مطالبہ کرنا۔ لیکن بہر صورت اس پوری رقم کو مسلمانوں کے بیت المال میں پہنچ جانا چاہیے۔

روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات پر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ یہ رقم ادا ہو گئی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ یعنی نئے خلیفہ سے، اس رقم کی ادائیگی کی رسید لے لی!

میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دراصل یہ قرض نہیں واپس کیا تھا بلکہ یہ اس تمام رقم کا مجموعہ تھا جو حضرت عمرؓ نے اپنی اور اپنی اولاد کی کفالت کے لئے بیت المال سے لیا تھا۔ انہیں آپ کا بھترہ اور سخاوت وغیرہ تمام چیزیں شامل تھیں۔

اور ابو بکرؓ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اسے بھی قرض ہی سمجھا تھا۔ گویا بحیثیت امیر المؤمنین کے آپ نے اپنا پورا دور خدمت اعزازی طور پر گزارا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال کو اپنی زمین دینے والی تھی تاکہ اس زمین کی پیداوار سے ان کے بیت المال سے لئے ہوئے تمام کے تمام بھتے اور الاؤنس ادا ہو جائیں۔ میرے نزدیک ہی حضرت عمرؓ نے بھی کیا تھا۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے قرض بالکل نہیں لیا اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ بیت المال کو اپنا قرض واپس کرتے وقت حضرت عمرؓ نے ان تمام رقم کو بھی شامل کر لیا جو آپ کو جائز طور پر بحیثیت امیر المؤمنین کے موصول ہوئی تھیں۔ اس میں جاڑے گرمی کے ان دو جوڑے کپڑوں کی بھی قیمت شامل تھی جو آپ پہننے کے لئے بیت المال سے لیا کرتے تھے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے :-

” میں چاہتا ہوں کہ جس وقت میں خلافت کی ذمہ داری اپنے جانشین کو سونپوں تو میرا خلافت پر یا خلافت کا (یعنی منصب خلافت کا) مجھ پر کچھ باقی نہ رہے۔ اور میرا حساب مطلقاً پاک اور صاف ہو۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی آپ جب اس منصب جلیلہ سے فارغ ہوئے تو آپ کی طرف مقام خلافت کا، حکومت کا، کوئی حساب نہ تھا۔ اس کے برعکس آپ کی ذات سے خود منصب خلافت مستفیض ہوا تھا۔ امت پر آپ کے بے شمار اور زبردست احسانات کئے تھے۔ امیروں اور غریبوں، سب پر آپ کے احسانات تھے۔ آپ کی ذات سے عربوں کو ایک ایسا نظام سیاست میسر آیا جس کی ان سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کیا تھا۔ ایسا معیار جس تک پہنچنے سے عالم انسانیت آج تک باوجود کوشش بہیم قاصر ہے۔

## امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ

شیخ محمد ضیف نقشبندی

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زلف اور حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے خالوتھے۔ آپ کا اسم گرامی عثمان غنی اور لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کے والد کا نام عثمان بن ابوالعاص والدہ کا نام اردای بنت ام حکیم بنت عبدالمطلب ہے۔ آپ کی والدہ اردای رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ام حکیم بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔ آپ کی ولادت واقعہ قبل سے چھ سال بعد ہوئی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قبل از اسلام بھی قریش میں بڑے صاحب عزت و وقار تھے۔ تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ دیانت اور امانت میں مشہور تھے۔ صاحب ثروت اور سخی تھے۔ آپ کا قد متوسط، رنگ سفید، زردی مائل اور چہرے پر قدرے چمک کے نشان تھے۔ سینہ کشادہ، واڑھی گھنی اور سر پر بال رکھتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں بالوں کو زرد خضاب لگاتے تھے۔ حیا دار بہت تھے۔ گھر کے اندر تنہا کپڑے اتار کر دروازہ بند کر کے نہاتے تو بھی کھڑے نہ ہوتے۔ قبل از ظہور اسلام بت پرستی سے دور رہے اور شراب نوشی سے بھی پرہیز کرتے۔ طنصار، خلیق، نرم مزاج اور کم گو تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر قریب ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر دیا۔

اہل مکہ نے جس طرح دیگر مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بہت ستایا اور ازیتیں پہنچائیں اسی طرح آپ کو بھی بہت تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ کے چچا حکم بن عاص آپ کو باندھ رکھتے، مارتے، ستاتے اور مجبور کرتے کہ اسلام کو ترک کر دو اور ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو چھوڑ دو۔ تب تم کو رکھائی اور آزادی ملے گی ورنہ نہیں۔ مگر آپ محبت

اسلام کی عقیدت میں پامردی و ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ چچا کو ہتھیار بھیکنا پڑے۔ آپ نے پہلی ہجرت اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ دیگر بعض صحابہ کی طرح حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی۔ جب آپ حبشہ کی طرف اہلیہ سمیت روانہ ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ غزوہ بدر رمضان المبارک ۲ ہجری کو پیش آیا۔ غزوہ بدر کے ایام میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سخت غلیل تھیں۔ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان کی تارواری کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے تھے۔ اس کے باوجود آپ کو بدری صحابہ میں شمار کیا گیا اور مال غنیمت میں سے آپکو ان کے برابر حصہ دیا گیا۔ جس وقت فتح بدر کی خبر مدینہ منورہ پہنچی سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفات پا چکی تھیں اور انہیں قبر شریف میں اتارا جا رہا تھا۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعزیت و غم خواری فرمائی اور اپنی دوسری لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ان عظیم المرتبت دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کے باعث ہی آپ کو ذوالنورین کا لقب عطا ہوا۔ یعنی دو نوروں والے۔ محبوب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نور علی نور ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن پاک میں ہے "قد جاءکم من اللہ نور" تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس عظیم الشان نور آیا" اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اول ما خلق اللہ نوری "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا"۔ (مدارج النبوت)

اس سراپا نور محبوب کی محبوب بیٹیوں کی لوری صفات ذات کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا ہے۔

تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اعلیٰ حضرت یوں نغمہ سرا ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا

ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں نہ آئیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کا آنا تو سب سے بڑی سعادت اور بے مثال اعجاز ہے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ ہجری میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت غمزہ ہوئے۔ اکثر گریہ کناں رہتے۔ احباب کے استفسار اور تسلی آمیز گفتگو کے جواب میں فرمایا کرتے کہ غم زدہ کیوں نہ ہوں۔ خاندان نبوت سے قریبی تعلق منقطع ہو گیا اور محبوب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب خاطر سے دور ہو گیا ہوں۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتنا گہرا قریبی تعلق خاطر تھا کہ آپ نے فرمایا۔ ”اے عثمان اگر میری ایک اور بیٹی ہوتی تو تیرے نکاح میں دے دیتا۔ اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو ایک ایک کر کے تیرے نکاح میں دے دیتا۔ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو ایک کے بعد دوسری اسی طرح تیرے نکاح میں دے دیتا۔ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں تو ایک ایک کر کے سب تیرے نکاح میں دے دیتا۔“ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ خبر میں نے اپنی اچھی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو عثمان کے نکاح میں دیا۔ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی وحی الہی کے مطابق کی ہے۔“ اندازہ فرمائیں حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنیؓ پر کس قدر شفقت، اعتماد، اعتبار اور اطمینان فرماتے کہ دو بیٹیوں کا نکاح آپ سے کرتے ہیں۔ تو وحی خدا ان کی تائید و طرفداری میں نازل ہوتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی صاف دل، پختہ ایمان والے، نافع علم والے، قابل فخر عمل والے، جان و مال نثار کرنے والے ہیں۔ خالق کائنات جل شانہ اور باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آپ پر انتہائی مہربان نظر آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر کہڑے، برسمیٹ لئے۔ پوچھنے پر فرمایا ”کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔“ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے روایت کیا ہے کہ ”عثمان رضی اللہ عنہ بڑے حیا والے ہیں، کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔“ (مسلم شریف۔ مسند احمد ابن مساکین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ اس کا

دروازہ ہے۔

جنت کی بشارت :- ہم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں۔ عثمان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہے۔ ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہے میرا رفیق عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت سے ایسے ستر ہزار افراد جنت میں داخل ہوں گے جو جہنم کے لائق ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ "اے اللہ عثمان سے راضی ہو کہ میں اس سے راضی ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے موقع پر اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ حضرت عثمان نے مسلمانوں کے لئے بیڑ زومہ (کنواں) خرید کر مسجد نبوی کے لئے اراضی خرید کر جنگ تبوک میں کثیر ساز و سامان اور جنگی مالی امداد آقا و مولیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کی تو ہر بار محبوب خدا نے باری تعالیٰ کے حضور سفارش کی "اے اللہ میں عثمان پر راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ اب عثمان کچھ بھی کرے کوئی غم نہیں"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین دن بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ بغیر کسی نزاع اور اختلاف کے سب مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ آپ نے بارہ دن کم بارہ سال نظامت و خلافت کو چلایا۔ ابن سبا یہودی کی خباثوں سے آپ کے دور میں ایک عظیم فتنہ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں آپ کو نہایت مظلومیت کی حالت میں شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے۔ آپ کا خون بھی قرآن پاک کی آیت کریمہ پر گرا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے "ان لوگوں کی طرف سے تم کو خدا ہی کفایت کرے گا وہی سننے والا جاننے والا ہے"۔ آپ چالیس دن سے اپنے گھر میں محصور تھے اور پانی کے علاوہ دیگر ضروریات زندگی کی آمد و رفت بھی باغیوں نے بند کر رکھی تھی۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد ماجد سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قصر خلافت کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے مگر باغی عقب سے دیوار پھاند کر چھت سے نیچے اترے اور گھر میں داخل ہو کر شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو واقع ہوئی۔

## شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

☆۔۔۔ قاضی محمد نور اللہ نقشبندی مجددی

شہادت بھی ایک کمال اور اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ جیسی تو آنحضرت ﷺ نے بھی اس کی آرزو فرمائی۔ فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں“ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب تہدیا لشہادۃ)

لیکن حضور ﷺ کے لئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تھا ”واللہ بعصمک من

الناس (الماندہ) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا“ اب پیش نظر دو چیزیں ہیں

۱۔ حضور ﷺ کی آرزوئے شہادت

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو دشمنوں سے بچانا

لیکن اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ اپنے محبوب ﷺ کی رضا چاہتا ہے چنانچہ رب کریم عزوجل نے نبی کریم

ﷺ کو دونوں اعزازات سے نوازا یعنی شہادت اور حفاظت۔ تمام عمر ظاہری حضور ﷺ کو

دشمنان اسلام کی تیغ سے محفوظ رکھا اور دوسری طرف شہادت سری سے نوازا۔ حضرت امام حسن اور

حضرت امام حسینؑ نے شہادت کی موت کے ذریعے آنحضرت ﷺ کے درجہ شہادت کو کامل

کیا۔ حضور ﷺ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی شہادت حسینؑ کی خبر دے دی تھی آنحضرت

ﷺ نے ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو اس جگہ کی مٹی عطا فرمائی جہاں حضرت امام

حسینؑ نے شہادت پانا تھی اور فرمایا

”ام سلمہ! جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لینا میرا یہ بیٹا (امام حسینؑ) شہید ہو گیا۔“۔ ام سلمہؓ

نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا اور ہر روز اس کو دیکھتیں

بڑی عجیب بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ مٹی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو ہی کیوں سپرد کی؟ اس حقیقت کو بھی حضرت آنحضرت ﷺ ہی جانتے تھے کہ اس وقت تک کون سی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بقید حیات ہوگی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج مطہرات واقعہ کربلا کے وقت وفات پا چکی تھیں۔ صرف حضرت ام سلمہؓ ہی حیات تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے مٹی ان کے سپرد کی۔ صرف شہادت کی ہی خبر نہیں دی بلکہ مخبر صادق ﷺ نے تو مقام شہادت سے بھی صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم کو آگاہ فرمادیا تھا علامہ ابن حجرؒ کی فرمائے ہیں کہ یزید کے بارے میں جو باتیں رسول اللہ ﷺ نے روایت کیں حضرت ابو ہریرہؓ کو ان کا علم تھا اسی لئے وہ دعا کیا کرتے تھے ”اے اللہ! میں ساٹھ ہجری کی ابتداء اور لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں“ (صواعق المحرقہ صفحہ ۲۲۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کا وصال انسٹھ ہجری میں ہو گیا۔ غرضیکہ احادیث میں کثرت سے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبریں تھیں جنہیں صحابہ اکرام ﷺ مانتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرما جانے پر سلطنت اسلامیہ کی ذمہ داری جانثار رسول حضرت ابو بکر صدیقؓ پر آپڑی۔ اس طرح خلافت راشدہ کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد عمر فاروقؓ ان کے بعد عثمان غنیؓ ان کے بعد علی المرتضیٰؓ۔ آپ کی شہادت کے وقت خلافت کی مدت میں کچھ عرصہ باقی تھا تو امام حسنؑ نے وہ مدت بطور خلیفہ راشد پوری فرما کر حکومت کا کام حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔

حضرت امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی تھے آپ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی جبکہ وہ اس کا اہل نہ تھا تمام اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یزید مسلمانوں کی امارت و خلافت کا اہل نہ تھا۔ بلکہ یہ شخص فاسق و فاجر، شرابی، بدکار، ظالم بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس نے محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ کو اعلانیہ رواج دیا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی بے حرمتی کروائی۔



حضرت امام حسینؑ نواسہ رسول جگر گوشہ بتولؑ کی غیرت دینی یہ سب کس طرح برداشت کر سکتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس فاسق و فاجر کی بیعت سے انکار کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ جانتے تھے کہ یزید کیلئے یہ بات باعث اشتعال ہوگی اور وہ دشمن اسلام میری جان کا دشمن ہو جائے گا۔ مگر پھر بھی آپ کی دیانت اور تقویٰ نے اس بات کی اجازت نہ دی یزید کی بیعت گویا شریعت اسلامیہ اور ملتِ حنفیہ کا نقشہ بدلنا تھا اس لئے آپ نے نہ صرف اس سے گریز کیا بلکہ اہل مدینہ کو بھی اس کی ترغیب دی۔

اہل کوفہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ سے ہی حضرت امام حسینؑ کو خط لکھتے تھے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ اس طرح کے تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب خط اور درخواستیں آپ کے پاس موجود تھیں چنانچہ حالات کا جائزہ لینے کیلئے آپ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا انہوں نے وہاں پہنچ کر حضرت امام حسینؑ کیلئے مسلمانوں سے بیعت لینا شروع کی۔ ہزار آدمی بیعت ہوئے۔ نعمان بن بشیر گورنر کوفہ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو اس طرح کی سیاسی سرگرمیوں سے نہ روکا تو یزید نے انہیں برطرف کر کے ابن زیاد کو جو کہ بھرہ کا گورنر تھا کوفہ کی گورنری بھی دے دی۔ وہ مکار و عیار تھا اس نے اہل حجاز کا لباس پہنا اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ روانہ ہوا۔ اہل کوفہ جو کہ حضرت امام حسینؑ کا شب و روز انتظار کرتے تھے یہ سمجھے کہ آپ تشریف لے آئے ہیں چنانچہ جب انہوں نے اسے دیکھا تو بیک زباں پکاراٹھے۔

”مرحبا بک یا ابن الرسول و قدمت خیر مقدم“

یہ عیار اپنی سواری پر چلتا ہوا سیدھا دارالامارۃ پہنچا۔ صبح کو اس نے جب کوفیوں کو خطاب کیا تو تب بھید کھلا کہ یہ حضرت امام حسینؑ نہ تھے بلکہ ابن زیاد و حامی یزید تھا۔ اس نے اپنے خطاب میں لوگوں کو یزید دشمنی کے انجام سے ڈرایا اور طرح طرح کی دھمکیوں اور حیلوں سے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر اس نے تمام عمائدین و روسائے کوفہ کو نظر بند کر دیا۔ قیدی اور نظر بند روسائے کوفہ کو ابن زیاد نے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے عزیزا و اقارب اور زیر اثر لوگوں کو حضرت مسلم بن عقیلؓ سے

جدا کریں۔ ابن زیاد کی یہ سائش کارگر ہوئی۔ چنانچہ ایک ہی دن میں شام کی نماز مغرب تک امام مسلم بن عقیل کا ساتھ تقریباً سبھی چھوڑ چکے تھے۔

حضرت مسلم بن عقیل نے حالات کو اپنے حق میں پا کر حضرت امام حسینؑ کو خط لکھ دیا تھا کہ آپ تشریف لے آئیں۔ اب معاملہ الٹ ہو گیا تو بے حد پریشان ہوئے اس حالت میں آپ کو پیاس ہوئی ”طوعہ نامی ایک عورت جس کا گھر سامنے تھا، سے پانی مانگا اس نے پہچان کر اپنی سعادت سمجھ کر پانی دیا اور ساتھ ساتھ پناہ بھی لیکن اس کا بیٹا محمد ابن اشعث کا ساتھی تھا اس نے اسے اطلاع دی تو وہ کو تو ال کوفہ عمر بن حریث اور کچھ دیگر سپاہیوں کے ساتھ طوعہ کے گھر پہنچے اور چاہا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر لیں مگر مسلم بن عقیل نے ان کا مقابلہ تلوار سے کیا۔ کو تو ایوں میں سے کچھ مارنے گئے اور کچھ زخمی ہوئے تو فوراً انہوں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی اور کہنے لگے ”ہم آپ سے لڑنا نہیں چاہتے مدعا ہمارا صرف اتنا ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس چل کر اس سے معاملات طے کر لیں“ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل پڑے۔ وہاں پہلے دو آدمی مقرر کئے گئے تھے کہ جب مسلم اندر داخل ہوں انہیں فوراً شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ جب آپ ابن زیاد کے دارالامارہ میں داخل ہو رہے تھے تو آیت قرآنی ”ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق“ کی تلاوت فرما رہے تھے اسی حالت میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ادھر امام حسینؑ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ جس میں کل ۸۲ نفوس تھے عراق کی طرف روانہ ہو چکا تھا جب ”ذات عرق“ بند کے مقام پر پہنچے تو بشیر ابن غالب سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے مکہ مکرمہ کی طرف آرہے تھے ان سے صورت حال دریافت کی تو جواب ملا کہ ”دل آپ کی طرف مگر تلواریں بنو امیہ کی طرف اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے“ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ”سچ ہے“ آگے ایک مقام ’بطن الرمة‘ پر عبید اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے صورت حال سے آگاہی دیتے ہوئے امام حسینؑ کو واپسی کا مشورہ دیا لیکن امام حسینؑ نے فرمایا ”ہمیں صرف وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو ہمارے لئے مقرر کی گئی ہے“

جب کوفہ دو منزل دور رہ گیا آپ کو حزن ریاحی ملا اس کے ساتھ ایک ہزار کا لشکر تھا اس نے آپ سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا کہ آپ کو وہاں لے چلوں اسی

اشنا میں حرنے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ دلی طور پر آپ کے ساتھ ہے نمازیں بھی آپ کی اقتدا میں ادا کرتا رہا لیکن ابن زیاد کے اندیشے سے وہ ظاہر مراعات وغیرہ نہ پیش کیں محرم الحرام کی دو تاریخ ہو چکی تھی آپ نے کوفہ کا راستہ چھوڑ کر ایک کھلے میدان میں پڑاؤ کیا مقام دریافت کیا تو پتا چلا کہ اس مقام کو ”کربلا“ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں میری شہادت ہوگی میرے ساتھ دیگر اہل سفر بھی یہاں شہید کیے جائیں گے ابن زیاد نے بائیس ہزار کا لشکر جمع کیا اور فرات کے کنارے کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؑ کے خیموں کیسا منے پڑاؤ کیا۔

چھوٹی سی جماعت کے لئے بائیس ہزار کا لشکر۔۔۔!! یقیناً ابن زیاد کو بھی حضرت امام حسینؑ کی استقامت و تقویٰ کی خبر تھی پھر اسی پر بس نہیں بلکہ امامؑ اور ان کے ساتھیوں پر فرات کا پانی ممنوع کر دیا تین دن اسی حالت میں نزرے نمازیں بھی تیمم سے ادا ہونے لگیں دس محرم الحرام تک یہی مطالبہ رہا کہ یزید کی بیعت کر لیں مگر حضرت امام حسینؑ نے یہ گوارا نہ کیا بالآخر دس محرم الحرام کا وہ

قیامت نما دن آ گیا جمعہ کی صبح فجر کی نماز حضرت امام حسینؑ نے اپنے رفقا کے ساتھ جماعت سے ادا کی پھر ابن زیاد کے لشکریوں نے حضرت امام حسینؑ کو جنگ کی دعوت دے دی غور کریں کیا امام حسینؑ جنگ لڑنے کے لئے آئے تھے۔۔۔؟؟؟ نہیں ہرگز نہیں مگر پھر بھی انہیں جنگ کی طرف راغب کیا گیا ایک مٹھی بھر جماعت کے سامنے بائیس ہزار کا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ کھڑا تھا جنگ کا نکارا بجا دیا گیا امام عالی مقامؑ نے خطبہ دیا جس میں ابن زیاد اور اس ساتھیوں کو اپنا نسب و قبیلہ حضور ﷺ سے نسبت، اپنی صورت حال، اور ان کی عاقبت اور انجام سے آگاہ کیا اور بازرہنے پر جنت اور امن سکون کی بشارت بھی سنائی۔ یہ بھی فرمایا ”میں جنگ لڑنے کے لئے نہیں آیا“ مگر ابن زیاد نے کہا یہ سب باتیں ہمیں معلوم ہیں آپ صرف اس وقت جنگ لڑیں اور کسی کو جنگ کی ابتدا کیلئے بھیجیں“ آپ نے فرمایا ”مجھے بھی علم ہے کہ تمہیں یہ سب باتیں تمام جہتیں پوری کرنا چاہتا ہوں“ ابن زیاد کے ایک سپاہی مالک بن عروہ نے جب یہ دیکھا کہ امام حسینؑ نے اپنے خیموں کے گرد خندق کھود کر اس میں آگ جلائی ہے تو فوراً پکارا اٹھا:

”حسین! تم نے اس آگ سے پہلے ہی اپنے لئے آگ منتخب کر لی“

حضرت امامؑ کے ایک رفیق مسلم بن عویصؓ نے اجازت چاہی کہ اس بدزبان کے منہ پر تیر ماروں لیکن پیکر صبر و استقامت نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ بلکہ آپؑ نے فرمایا ”خبردار کوئی میری طرف سے جنگ میں پہل نہ کرے“۔ یک دم اس گستاخ مالک بن عروہ کا گھوڑا بدکا اور اسے گھسیٹتا ہوا اسی خندق کی آگ میں لے جا کر پھینک آیا۔

ایک اور بدزبان نے کہا ”حسین! تمہیں پیغمبر ﷺ سے کیا نسبت؟“

آپؑ نے دعا کی ”یا اللہ اس بدزبان کو فوری عذاب میں مبتلا کر“

اسی اثناء میں اسے قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی وہ دوڑا اور ایک جانب ہو کر بیٹھا ہی تھا کہ سیاہ بچھو نے اسے نیچے سے ڈنگ مار دیا اور وہ خبیث وہیں لوٹنے لگا اور اپنی ہی گندگی میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ جنگ شروع ہو گئی ابن زیاد کے لشکر نے ہی پہل کی اور جنگ کی ابتدا کی امام حسینؑ کے ساتھی جدھر نکلتے دشمنوں کے درجنوں سپاہیوں کو تہ تیغ کرتے۔ لشکر اسلام کے پیاسے سپاہی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ اور ایک کر کے سینکڑوں یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کر رہے تھے۔

اس جنگ کے دوران ح بن یزید کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی وہ بے قراری کے ساتھ باز بار عمرو بن سعد کے پاس جاتے اور کہتے ”تم امام حسین کے ساتھ جنگ کر رہے ہو کل قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا کیا منہ دکھاؤ گے؟“ جب عمرو بن سعد نے کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا ”لگتا ہے آپ کو ہولنا کیوں اور خون سے ڈر گئے ہیں۔“ ح بن یزید نے کہا ”نہیں میں بہت سی جنگیں لڑی ہیں مگر یہ جنگ کسی دشمن سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے ہے۔۔۔ اپنی عاقبت سے ہے۔۔۔ کیا کروں میں تو جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔“

اسی دوران حضرت امام حسینؑ کی آواز ابھری ”کوئی ہے جو اہل بیت رسول پر جان قربان

کرے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور سر خروئی پائے“

امام حسینؑ کی آواز نے حر کے پاؤں میں پڑی ہوئیں بیڑیاں کاٹ ڈالیں دل بے تاب کو

قرار مانصیب ہوا تو کہنے لگا ”کچھ عجیب نہیں کہ کریم نے کرم کی بشارت دی ہے۔ جان قربان کرنے

کے لیے چل پڑو۔“ دل کی یہ بات سن کر لشکر شام سے نکلا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دوزخ سے نکلا اور جنت کی طرف چل پڑا۔

یہ نعرہ خُر کا تھا جس وقت فوج شام سے نکلا

کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

حضرت امام حسینؑ کے پاس توبہ اور معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے فرمایا ”خُر ادبی (اللہ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے“ اجازت پا کر خُر بھی آگے بڑھا اور لشکر ابن زیاد کے سپاہیوں کو گاجرمولی کی طرح کاٹنے لگا۔ عمرو بن سعد نے بہت حیلے بہانے کئے کہ کسی طرح خُر واپس لشکر میں آجائے لیکن وہ کسی طرح کامیاب نہ ہوا۔ بالآخر خُر کے سینے میں ایک تیر لگا۔ اور جام شہادت نوش کیا۔ لشکر اسلام کے ایک ایک سپاہی نے اس قدر یزید یوں کو داصل جہنم کیا کہ عمرو بن سعد کو بالآخر اعتراف کرنا پڑا کہ اگر ہم امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ فریب نہ کرتے اور پانی بند نہ کرتے تو امام حسین کا ایک ایک سپاہی ہمارے تمام لشکر کو تباہ و برباد کر دیتا۔“

نماز عصر تک تمام جانثار ایک ایک کر کے شہید ہو گئے حضرت امام حسینؑ ابھی تک تن تنہا لڑ رہے تھے ننھے علی اصغرؑ پیاس سے بے تاب ہوئے جا رہے تھے آپ نے انہیں اٹھایا اور فرات کی طرف بڑھے اور بلند آواز سے پکارا ”تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی کی نذر کر چکا اب بھی اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو میں حاضر ہوں۔ یہ ننھا شیر خوار ہے اس کے لئے پانی کے دو گھونٹ دے دو تا کہ اس کا حلق تر ہو جائے“ مگر مخالفین کو ذرا بھر بھی رحم نہ آیا ایک سنگ دل نے تیر چھوڑا جو سیدھا ننھے علی اصغرؑ کے حلق میں لگا۔ اور وہاں سے حضرت امامؑ کے بازو مبارک میں بیٹھ گیا۔ آپ نے تیر کھینچا تو بچے نے تڑپ کر جان دے دی۔ ادھر اہل خیمہ کو گمان تھا کہ بچے کو ضرور پانی مل جائے گا۔ لیکن جب آپ بچے کو لیکر خیمے میں داخل ہوئے تو سب نے دریافت کیا ”پانی مل گیا؟“ آپ نے فرمایا ”یہ بھی ساتی کوثر کے جامِ رحمت و کرم سے سیراب ہونے کیلئے اپنے بھائیوں سے جاملا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی سی قربانی بھی قبول فرمائی۔“

اب حضرت امام حسینؑ نے تمام ذمہ داریاں حضرت زین العابدینؑ (جو کہ بیمار تھے اور

جنگ نہ کر سکے) کو سوئیں اور خود عمائد رسول ﷺ سر پر باندھا اور جنگ کے میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر پھر ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا۔ ”تم نے میرے ستر سے زیادہ اہل و عیال، اعزہ و اطفال اور اصحاب و موالی میں سے شہید کئے۔ اب میرے قتل کا بھی ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری و قیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپے آزار ہو تو مجھے موقع دو میں عرب چھوڑ دنیا کے کسی اور حصے میں چلا جاؤں گا۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی پر صابر شا کر ہیں“

یہ خطبہ سن کر اگرچہ بہت سے کوئی بھی رو پڑے لیکن ظالمان بدگمان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ شمر اپنے ساتھیوں سمیت آپ پر حملہ آور ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ”یزید کی بیعت کر لیں تو کوئی آپ سے تعرض نہ کرے گا بصورت دیگر جنگ ہی ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں“

غرضیکہ اسلام کا اکیلا سپاہی بہادری سے لڑنے لگا۔ امام حسینؑ تن تنہا لڑتے رہے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے رہے آخر کار یزیدیوں نے آپ کو گھیر کر تیر برسوں کے شروع کر کے تیر جبین اقدس میں لگا تو آپ گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ اسی پر بس نہ ہوا بلکہ خولی ابن یزید نے آپ کا سر تن سے جدا کر لیا اور نیزے پر رکھ کر لہرانے لگا آپ کی عمر مبارک اس وقت پچپن سال پانچ ماہ اور پانچ دن کی تھی۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسین

دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے ملا الہ است حسین

☆☆☆☆☆

کتابیات: قرآن کریم، صحیح بخاری شریف، خصائص کبری، صواعق الحرقہ، سوانح کربلا از

محمد نعیم الدین مراد آبادی

*A trusted name in tapestry valley*

**چوائس سینٹر**

**Choice Center**

Curtain Cloth, Sofa Cloth, Plane & Printed Carpets  
Centre Pieces, Wall Paper & Window Blind

Chowk Prince (Naz) Cinema, Gujrat-Pakistan.  
Ph : +92-53-3524566, 3533134

**Fazal-e-Sher-e-Rabbani**

**Center**

*For new & latest variety of tapestry*

Curtain Cloth | Sofa Cloth

Plane & Printed Carpets

Centre Pieces | Wall Paper | Window Blind

Main Rehman Shaheed Raod, Opp. Shadman Colony,  
Gujrat-Pakistan. Ph : +92-53-3604535, 2105778



نہایت مناسب داموں میں اعلیٰ معیار کی بناؤں  
ہر فینسی وراثی کا جدید مرکز

ہر قسم کی چھپائی کا بہترین مرکز

# اطراف زری اینڈ وول لائن

ہمارے ہاں  
ہر قسم کا نائیلون کا

گوڑہ نقشہ تلو گلے کناری

فیرک پلینٹ اور بگاڑی  
پانوا سے بار عانت  
شیر عید فرمائیں

آپ کا اعتماد ہمارا اعزاز  
آپ کی خدمت ہمارا شعار

## اطراف زری اینڈ وول لائن

فون نمبر  
(042)  
9821941

مین بازار چوکی امرتسر ہولا ہوا



## اسلامی حکومت اور قضا

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک آنیوالی پوری نسل انسانی کے لئے ایک جامع، روشن، محفوظ اور کمال مضابطہ حیات ہے، نظام عقائد و افکار ہو یا نظام عیلت، نظام معاشرت ہو یا نظام معیشت، روحانی و اخلاقی نظام ہو یا نظام عائلی و منزلی، نظام سیاست ہو یا قانون، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، قومی و ملی زندگی ہو یا بین الاقوامی زندگی، قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات گرامی میں، زندگی کے ہر ہر موڑ اور ہر ہر گوشے میں رہنما زریں اصول عطا کئے گئے ہیں جو عالم انسانیت کی فلاح و کامرانی کی کھل ضمانت دیتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ عدل و انصاف کے قیام کے بغیر صحتمند بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکتا اس لئے اسلام نے اسلامی حکومت کے لئے قضا کے بنیادی رہنما اصول دیئے ہیں۔ قرآن حکیم میں قضا کے کونے رہنما اصول ہیں؟ سنت میں قضاء کے کن رہنما اصول کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلامی تاریخ کے آئینے میں قضاء چند نظائر، قاضی کا منصب اور اس کی ذمہ داریاں، بنیادی اصول قضا اور آخر میں قضا کے وہ خصائص جس کی بنا پر اس کو دنیا بھر کے نظامائے قضاء میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے یہ وہ چند مباحث ہیں جنہیں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے ہم قرآن حکیم کی روشنی میں قضاء کے رہنما اصول کا جائزہ لیتے

ہیں:

قرآن حکیم میں مدینہ منورہ میں اسلامی انقلاب کے بعد قائم ہونے والی پہلی اسلامی حکومت کے اولین سربراہ مملکت کو، جو رسول و پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ اولین مہور من اللہ قاضی بھی ہیں یہ تلقین کی گئی ہے:

”فاحکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اہواءہم عما جئک من الحق“ (1)  
 اس ارشاد ربانی میں اولاً قضا کو ایک دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ایک علوانہ نظام قضاء قائم کرے اور لوگوں کے مابین جھگڑوں اور تنازعات کا فیصلہ قانون ربانی کے مطابق انجام دے۔ حقداروں کو ان کے حقوق و لوائے اور حقوق تلف ہو رہے ہوں تو ظلم کا ازالہ کرے۔

اس آیت کا خطاب رسول کریم ﷺ سے ہے جو اسلامی معاشرے (اسلامی امہ) اور ریاست مدینہ کے سربراہ ہیں۔ اس جامع آیت میں آپ ﷺ کو منصفانہ فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کا ہر خلیفہ اور قاضی اس آیت کا مخاطب ہے۔ مختصراً ایک اسلامی حکومت کے بنیادی فرائض میں سے ہے کہ وہ قضاء کا ایک صلح اور علوانہ نظام قائم کرے۔

ثانیاً اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمام فیصلے احکام الہیہ اور شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ ”بما انزل اللہ“ کے الفاظ واضح طور پر اس امر کی صراحت کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم کی دوسری متعدد آیات میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

”ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون“ (2)

”ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون“ (3)

”ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون“ (4)

”وان احکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اہوائہم واحزبہم ان یفتنوک عن

بعض ما انزل اللہ الیک“ (5)

ثالثاً اس جامع آیت میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ رسالت مآب ﷺ اور ان کے بعد جملہ قضا کو کسی بھی مخصوص فرد، مخصوص گروہ یا مخصوص قوم کے مرتبے اور مقام سے متاثر ہوئے بغیر فیصلے کرنے چاہئیں اور ان کی مصلحتوں

اور خواہشیں کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا جائے۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ یہود کے بعض سردار اور اخبار، سرور دو عالم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ”آپ کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ یہود میں ہمیں ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو پوری قوم یہود آپ کی پیروی کریگی اور کبھی بھی ہماری مخالفت نہ کریگی۔ ہمارے اور ہماری قوم کے بعض گروہوں میں کچھ جھگڑا ہے اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ دینگے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے (6) مگر آپ ﷺ نے ان کے اثر اور دباؤ کو قبول کرنے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو کسی بھی سطح پر نظر انداز کرنے سے صاف انکار فرمایا۔

رابعاً اس آیت قرآنیہ میں قضا کی توجہ کو اس امر کی طرف مرکوز کیا گیا ہے کہ تمام فیصلے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ ہوں۔ قرآن حکیم کی بکثرت آیات میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف دو آیات ذکر کی جاتی ہیں

”و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل“ (7)

”وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین“ (8)

قرآن حکیم میں قضا کے بارے میں ان رہنما اصول کے اہم ذکر کے بعد اب ہم سنت رسول کریم ﷺ کی روشنی میں قضا کے رہنما اصول کا جائزہ لیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ مامور من اللہ قاضی تھے اور آپ ﷺ کو منصب قضا بارگاہ خداوندی سے عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک مثالی قاضی کی حیثیت سے امت مسلمہ کے آئوآلے قاضیوں کے لئے ایک دائمی نمونہ عمل پیش فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لولاً منصب قضا ایک اہم ذمہ داری ہے۔ سرور دو عالم ﷺ نے منصب قضا کی نازک ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”من جعل قاضیا بین الناس فقد بیح بغير سكين“ (9)

”مائیاً آپ ﷺ نے منصب قضا کی طلب سے مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی:

”من لبث فی القضاء وسال و سأل الی نفسه ومن اکره علیہ انزل اللہ علیہ ملکاً

(10) "یسندہ"

ہاں رسالت مآب ﷺ نے قضاۃ کو اپنے فیعلوں میں حکمت و بصیرت اور امانت و دیانت کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ نے قاضیوں کی تین اقسام کا ذکر کیا اور فرمایا:

القضاة ثلاثا - واحد في الجنة واثنان في النار - فاما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقبضى بعده و رجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار و رجل قضى للناس على جهن فهو في النار (11)

پوری تاریخ عالم اس امر پر شہد ہے کہ عدل و انصاف کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ رشوت ہدیے اور تحفے پیش کرنا ہیں تاکہ فیصلہ کسی مخصوص فرد کے حق میں ہو جائے۔ چنانچہ جس طرح قرآن حکیم میں رشوت اور باطل طریقے سے مل کھانے سے منع کیا گیا ہے (12)

سرور دو عالم ﷺ نے بھی اپنے متعدد فرامین میں رشوت اور اس کی مختلف مخفی صورتوں کو اختیار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ (13)

یہاں اس امر کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ قاضیوں کے تقرر میں ان کی صلاحیت، بصیرت اور معاملہ فہمی کے اوصاف کے ساتھ ساتھ ان کے تقویٰ کو بھی ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ یمن کے علاقے میں حضرت علی کریم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاذ بن جبلؓ کا تقرر، قاضیوں کے تقرر میں اعلیٰ معیار ملحوظ رکھنے کا ایک روشن ثبوت ہیں۔

کتب و سنت کے ان رہنما اصول کے مختصر ذکر بعد اب ہم اسلامی تاریخ کی روشنی میں قضا کے چند نظائر کا جائزہ لیتے ہیں  
میشاق مدینہ جسے ڈاکٹر حمید اللہ نے (14)

"THE FIRST WRITTEN CONSTITUTION IN THE WORLD"

قرار دیا ہے، کی وقت میں رسول کریم ﷺ کو ریاست مدینہ کا سربراہ مملکت، چیف

جسٹس اور کمانڈر ان چیف تسلیم کیا گیا ہے۔ ابن ہشام نے اس معاملے کا پورا منہ دیا ہے جس میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

”وانہ ما کان بین اهل هذه الصعيقة من حدث او اشتجار يخاف فسادہ فان مردہ

الى الله عزوجل والى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم“ (15)

”وانکم مہما اختلفتم فیہ من شئی فان مردہ الى الله عزوجل والى محمد

صلى الله عليه وسلم“ (16)

پہلی شق میں آپ ﷺ کو مسلمانوں کے علاوہ یہود اور دیگر غیر مسلم قبائل کی طرف سے سربراہ مملکت تسلیم کیا گیا ہے جبکہ پہلی اور دوسری دونوں شقوں میں متازعہ فیہ معاملات کے فیصلے میں آپ کو آخری اتھارٹی تسلیم کرنے کے حوالے سے ریاست مدینہ کا چیف جسٹس تسلیم کیا گیا ہے۔

ایک اور شق کے الفاظ یہ ہیں:

”وانہ لا یخرج منہم احدا الا باذن محمد صلى الله عليه وسلم“ (17)

اس شق میں ریاست مدینہ کے تمام باشندوں کو جنگ کے لئے نکلنے سے پہلے محمد ﷺ کی اجازت کے حصول کا پابند کیا گیا ہے۔ گویا اس شق میں آپ ﷺ کو ریاست مدینہ کا کمانڈر ان چیف تسلیم کیا گیا ہے۔ یہاں آپ ﷺ کے چیف جسٹس ہونے کے حوالے سے صرف دو واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی خدمت میں فیصلے کے لئے لائے گئے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے مدینہ میں تشریف آوری پر اجبار یہود کا بیت المقدس میں ایک اجتماع ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے ایک مرد و عورت کی بدکاری کا مقدمہ پیش کیا گیا۔ اجبار نے آپ ﷺ سے کہا:

”فاحکم فیہا فقد ولیناک الحکم فیہما“ آپ ﷺ نے ان کے حملے بہانے

سے تورات کے اصل حکم کو چھپانے کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے ان مجرم مرد و

عورت کے لئے رجم کا حکم دیا۔ (18)

یہود کی طرف سے دوسرا متنازعہ مسئلہ جو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا بنو نضیر اور بنو قریظہ کی وصیت کا تھا، ابن ہشام نے سورہ مائدہ کی آیت کے شان نزول کے حوالے سے اس واقعہ کا ذکر کیا:

”فتحاکموا فی ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ فیہم فعملہم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الحق فی ذلک فجعل اللیة سواہ“ (19)

علاوہ ازیں احبار یہود نے آپ ﷺ سے ایک فریق کے معاملے میں فیصلہ لینے کے لئے جو درخواست کی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں:

”وان بنینا و بین بعض قومنا خصومة افنحاکمہم الیک فتقضی لنا علیہم“ (20)

رسول کریم ﷺ کے دور مسعود کے بعد عہد خلافت میں بھی قضا کا نظام مستحکم اور تیناک اصول پر قائم تھا، صرف علم و بصیرت میں فائق حضرات ہی کو قاضی بننے کا اہل سمجھا جاتا تھا اور اس اصول پر سختی سے عمل ہوتا تھا خود خلیفہ وقت قاضی کی حیثیت سے بھی کلام کرتا تھا لیکن مدعی اور مدعا علیہ ہونے کی صورت میں دوسرے قاضی کے سامنے پیش بھی ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کی روشن مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ دور صحابہ میں خلفاء کے علاوہ جو حضرات منصب قضا پر فائز ہوئے ان میں حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، قاضی شریح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بہت مشہور ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام تاریخی خط میں قضا کے بنیادی رہنما اصول کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے

آستانہ عالیہ شرق پور شریف کے وابستگان نے خصوصاً اہل حقیر حضرت  
 ڈاکٹر المسبقین حضرت میاں صاحب اور جاموہ  
 شہیر ربانی برائے طالبات کیلئے مالی تعاون فرمائیں

## خواجہ خواجگان حضرت مولانا یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ

☆۔۔۔ ڈاکٹر نذیر احمد شرق پوری نقشبندی مجددی

ابتدائیہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تمام اولیائے اللہ نے سنت رسول اللہ ﷺ پر بہت زور دیا ہے۔ خود اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے مطابق سیر کرتے رہے اور اپنے ملنے والوں کو سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی تلقین فرماتے رہے۔ جب کوئی شخص خلاف سنت عمل کرتا تو ان کو بہت دکھ ہوتا اور فوراً اُسے ٹوکتے تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”تم نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو کیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک کر دیا۔“ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”لوگوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔“ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کچھ معلوم ہے تمہیں اپنے زمانے کے لوگوں پر تم کو کیوں برتری حاصل ہے پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا چونکہ تم میری سنت کی پیروی کرتے ہو اور اللہ کے نیک بندوں کا احترام کرتے ہو۔“ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے مخلوق کی تمام راہیں بند ہیں اس کیلئے صرف ایک راستہ کھلا ہے جو سنت کی پیروی کرنا ہے۔“ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ ”ہر فضیلت آنحضرت ﷺ کی پیروی سے اور ہر کمال آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے۔ مثلاً سنت نبوی ﷺ کی اتباع کے طور پر دو پہر کا سونا (قیلولہ کرنا) کئی راتیں جاگنے سے بہتر اور افضل ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کے بارے میں فرماتا ہے کہ: ”میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔“ (حدیث نبوی)

دے میرے دل کو سکون یعقوب چرخ کی طفیل

سکون اور حرکت دو متضاد صفتیں ہیں۔ حرکت سے زندگی کا اظہار ہوتا ہے اور سکون موت کی علامت ہے۔ پھر بھی لوگ سکون کی تلاش میں رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے سکون محض رک جانے کا نام نہیں بلکہ آرام کا مفہوم بھی سکون میں پایا جاتا ہے۔ مسلسل کام کرنے والا جب تھک کر سستانے لگتا ہے تو اسے بھی سکون کہتے ہیں۔

سکون جسمانی بھی اور قلبی بھی ہوتا ہے۔ قلبی راحتیں قلبی سکون کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ دل کی بے چینیاں دینی اور دنیوی کاموں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ انسان کچھ بھی نہیں کر پاتا۔ اس طرح تخلیق کا وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھا۔ اسی لئے مردان حق قلبی سکون کے متلاشی ہوتے ہیں اور یہ سکون انہیں ذکر اللہ ہی سے مل سکتا ہے۔ ایک طالب دعا ایسا ہی سکون چاہتا ہے اور حضرت یعقوب چرخ کی وساطت بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہے کہ اے خداوند کریم

دے میرے دل کو سکون یعقوب چرخ کی طفیل

حضرت یعقوب بن عثمان چرخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ ہیں مگر آپ کی تربیت کی تکمیل حضرت خواجہ علاء الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

ولادت:

آپ 762 ہجری بمطابق 1360 عیسوی غزنی ایک گاؤں چرخ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

آپ حصول علم کے لئے نکلے تو پہلے جامع ہرات میں تعلیم حاصل کی اور پھر مصر چلے گئے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے میں مشغول رہے لیکن اس رکنی اور ظاہری تعلیم کی تحصیل کو آپ نے



ناکافی سمجھا۔

## روحانی تربیت:

آپ مکتب روحانیت میں بھی بیٹھنا چاہتے تھے تاکہ سلوک کی منزلیں طے کر سکیں۔ اس غرض سے آپ بخارا میں تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوئے۔ ان کے کرم عمیم اور توجہ سے یہ راز ان پر منکشف ہوا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ خواص اولیاء اللہ میں سے ہیں اور کامل و اکمل ہیں۔ ایک دن آپ نے قرآن پاک سے قال نکالی تو یہ آیت نکلی: اولک الذین ہدی اللہ فہذہم اقتدہ (سورہ انعام رکوع 10) ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

اب آپ قصر عارفاں میں پہنچے جو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ تھا تو وہ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ آپ بڑے لطف و احسان سے پیش آئے اور مغرب کی نماز کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ آپ کی توجہ ان کے لئے ایک ایسی ناقابل برداشت ہیبت بن گئی جو دیکھی نہ جاتی تھی۔

اب آپ نے فرمایا: دیکھو علم دو ہیں۔ ایک قلب کا علم جو زیادہ تر نبیوں اور رسولوں کو میسر ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے۔ یہ علم بنی آدم پر حجت ہے۔ آپ یقیناً علم باطنی سے حصہ بھی پائیں گے اور پھر یہ حدیث پڑھی:

”جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو۔ کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں۔ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں۔“

فرمایا: ہم مامور ہیں۔ اپنے آپ کسی کو قبول نہیں کرتے۔ آج رات ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بارے میں ہمیں کیا حکم ہوتا ہے تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رات مجھ پر بہت تنگ گزری

کیونکہ اس رات میری قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ بار بار یہی خیال آتا تھا کہ خدا جانے کیا حکم ہوتا ہے۔ قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ صبح کی نماز میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کی۔ آپ نے تبسم فرما کر کہا: مبارک ہو۔ تجھے ہم نے قبول کر لیا۔ بعد ازاں آپ نے مجھے بیعت فرما کر اپنے خلیفہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا اور میری باقیماندہ تربیت انہی سے ہوئی۔ اس کے بعد چند روز مجھے اپنی صحبت میں رکھ کر سفر کی اجازت عطا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم کو ہم سے ملا ہے اس کو مخلوق تک پہنچاؤ۔ پھر آپ نے تین مرتبہ با آواز بلند فرمایا کہ تیرے سلوک کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگی۔ ان کی صحبت کو لازم رکھنا۔ چنانچہ میں دست بوسی کر کے وہاں سے روانہ ہوا اور علاقہ کیش میں پہنچا۔ وہاں آپ نے لوگوں کو ذکر خداوندی کی تلقین کرنا شروع کی۔ جلد ہی بہت سے لوگ آپ کے معقد ہو گئے۔ آپ ابھی وہاں قیام پذیر تھے کہ آپ کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پہنچی۔ آپ بہت ہی غمگین اور پریشان ہوئے۔ اس کے بعد آپ تکمیل درجات کے لئے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی حیات تک وہیں رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں شام وقت اپنے مسکن فتح آباد سیف الحق والدین باختری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ میں مشغول تھا کہ دفعتاً اللہ تعالیٰ کی مقبولیت کا قاصد آیا اور بے قراری پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں کوچک ہندواں (قصر عارفان) میں جو حضرت خواجہ بزرگ کا مسکن تھا پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت بزرگ راہ میں میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ کمال لطف و عنایت کے ساتھ پیش آئے اور نماز مغرب کے بعد مجھ کو شرفِ ملاقات بخشا۔ مجھ پر اس قدر ہیبت طاری ہو گئی کہ میری مجال نہ تھی کہ آپ کی طرف دیکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا علم دو ہیں۔ ایک قلب کا علم اور یہ علم نبیوں اور رسولوں کا علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم ہے اور علم بنی آدم پر حجت ہے۔ امید ہے علم باطن سے تجھے حصہ ملے گا۔ پھر فرمایا حدیث میں ہے کہ ”جب تم اہل صدق کی محفل میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دلوں کے جاسوس ہیں۔ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے

ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں۔“ اس کے بعد میں ایک عرصہ دراز تک حضرت خواجہ صاحب کے پاس رہا یہاں تک کہ آپ مجھ کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت فرمائی اور فرمایا جو کچھ ہم نے تم کو پڑھایا ہے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا اور مجھ کو رخصت کرتے تین بار فرمایا ”ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔“ ان الفاظ سے مجھ کو بڑی امید اور تقویت ہو گئی کیونکہ حدیث میں ہے۔ ”جب کوئی چیز اللہ کے حوالے کی جاتی ہے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔“

حضرت مولانا یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں فیض باطنی کی تکمیل کی اور کامل و مکمل ہو کر مسند ارشاد پر بیٹھے۔

کرامات:

آپ بہت صاحب کرامت بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بیعت ہونے کے لئے گئے تو انہوں نے آپ کے چہرے پر کچھ داغ دھبے دیکھے جس سے ان کے دل میں قدر کراہت پیدا ہوئی تو اچانک آپ ان کے سامنے ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہو گئے کہ بے اختیار ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا اور بیعت ہو گئے اور تعلیمات نقشبندیہ حاصل کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: اے عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ میرے بارے میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اے یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جو کوئی تجھ سے مرید ہو گا وہ میرا مرید ہو گا۔ آپ بعض اوقات مجلس میں بیٹھے بیٹھے غائب ہو جاتے تھے اور پھر ظاہر ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے:

چوں غلام آفتابم ہمہ آفتاب گوئیم

نہ شہم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گوئیم

ترجمہ: جب میں آفتاب کا غلام ہوں تو ہمیشہ آفتاب ہی کی بات کروں گا۔ نہ میں رات ہوں نہ

رات کا پوجا کرنے والا کہ سونے کی بات کروں

## محقق اور مفسر:

اگرچہ آپ کی ظاہری بیعت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے تھی مگر آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس طرح آپ کو دو مقدس ہستیوں سے فیض پہنچا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ اعلیٰ درجے کے محقق اور بے مثال مفسر تھے۔ آپ نے قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر بھی تصنیف فرمائی ہے جو کہ تصوف کے رنگ میں رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور آپ نے اس میں اسرار و معارف کے دریا بہا دیئے ہیں۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے اور اس کا نام ”تفسیر یعقوب چرخی“ ہے۔ حضرت شیخ زین العابدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہم سبق تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ آپ کی بیان کردہ تعبیر ہو بہو درست نکلتی تھی۔

حکیم سید امین الدین احمد لکھتے ہیں کہ آپ کا ارشاد مبارک ہے: ”جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عالم طبیعت کی طرف رجعت قہری کرتا ہے اور راہ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔“

## وفات:

آپ نے پانچویں ماہ صفر بروز سوموار 851 ہجری میں وفات پائی۔ مزار مبارک شہر ملفنون میں ہے۔ جہاں سے آج بھی عوام و خواص مستفیض ہوتے ہیں۔



## گوشہ نشینی اور خاموشی کے فوائد

☆۔۔۔ سعید احمد صدیقی ایم۔ اے

حضور ﷺ کا گوشہ نشینی کے متعلق ارشاد ہے ”گوشہ نشینی اختیار کرو، گوشہ تنہائی میں بیٹھنا بھی عبادت ہے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”مومن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے“۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ”سب سے افضل آدمی وہ ہے جو گوشہ گیر ہو کر لوگوں سے اپنی برائی کو روک رکھے (لوگ اس کی برائی سے محفوظ رہیں)“۔ حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے ”آپ ﷺ نے فرمایا مسافر وہ ہے جو اپنے دین سے بھاگتا ہے“۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ جو صحابہ سلف میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”یہ زمانہ خاموش رہنے کا زمانہ ہے“۔ جب سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیق میں اپنے گھر کے اندر سب سے الگ ہو کر بیٹھ رہے (گھر سے نکلنا اور ملنا جلنا بند کر دیا) تو لوگوں نے کہا آپ نے بازاروں کا جانا، اور اجتماع میں شرکت کرنا کیوں چھوڑ دیا ہے اور آپ تنہائی پسند کیوں ہو گئے ہیں؟ فرمایا میں نے بازاروں کو بیہودہ اور لوگوں کے جلسوں کو لہو ولہب کی جگہ پایا۔ اس لئے میں نے گوشہ نشینی ہی میں عافیت سمجھی۔

حضرت وہب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ”میں پچاس برس تک لوگوں سے ملتا رہا مگر اتنی مدت میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو میرا ایک قصور معاف کر دیتا۔ میرا ایک غیب چھپاتا۔ غصہ کی حالت میں مجھ سے درگزر کرتا۔ نہ کوئی ایسا شخص نظر آیا جو حرص و ہوا میں مبتلا نہ ہو (ہر شخص کو اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار پایا)۔“

حضرت شععی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک لوگوں کا میل جول (معاشرہ) دین کے زیر اثر رہا۔ دین گیا تو معاشرہ شرافت نفس کے زیر اثر آ گیا۔ شرافت نفس بھی گنی تو شرم و حیاء کے تحت رہا۔ جب وہ بھی رخصت ہو گئی تو اب لوگ رغبت اور خوف سے زندگی بسر کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس سے زیادہ سخت حالات پیش آنے والے ہیں۔

ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے تو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ میں نے خاموش رہنے پر نفس کو آمادہ کیا مگر میں قابو نہ پاسکا تو میں گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو گیا تو مجھے وہ تو حصے بھی مل گئے۔ اسی دانا کا ارشاد ہے کہ قبر سے بڑا کوئی وعظ نہیں۔ کتاب سے زیادہ دل بستگی کے لئے کوئی چیز نہیں اور تنہائی (گوشہ نشینی) سے زیادہ کسی شے میں عافیت نہیں۔

بشر رحمۃ اللہ علیہ بن چارث کہتے ہیں کہ علم کی طلب دنیا سے فرار کے لئے ہوتی ہے۔ دنیا کو طلب کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کس شخص کی ہم نشینی بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی جس کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آ جائے اور اس کے علم سے آخرت یاد آئے اور جس کو گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصیحت فرماتے ہیں! ”اے حواریو! اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو گنہگاروں سے نفرت کرو۔ اللہ کا قرب چاہتے ہو تو نافرمانوں سے دور رہو۔ اللہ کی خوشنودی اس کے دشمنوں کی ناراضگی میں ہے۔“

اگر میل جول کے بغیر چارہ نہ ہو تو علماء کی صحبت اختیار کرو کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علماء کی ہم نشینی عبادت ہے۔ یہ بھی حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنے دل کی فکر میں جسم کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ و زاری میں مصروف رکھے۔ کل کی روزی کی فکر نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ گناہ ہے جو اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے۔

مسجدوں سے چمٹے رہو (مسجدوں میں جانا لازمی رکھو)۔ اللہ کے گھر کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجدوں میں زیادہ آمد و رفت رکھنے والا کبھی اپنے بھائی سے ملاقات کر لیتا ہے جس کے گناہ بخشیں جا چکے ہیں۔ کبھی وہ اس رحمت کو پالیتا ہے جس کا وہ منتظر ہوتا ہے۔ کبھی ہدایت کا راستہ بتانے والا اور ہلاکت سے بچانے والا لفظ اس کو مل جاتا ہے (ایسی باتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو ہدایت کا راستہ بتانے والی اور ہلاکت سے بچانے والی ہیں) عمدہ اور عجیب علم

حاصل ہوتا ہے۔ محبت اور خدا کے خوف کے باعث وہ گناہوں کو ترک کر دیتا ہے۔  
 گوشہ نشینی اختیار کرنے والے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ (کہ وہ اپنی گوشہ نشینی کے  
 باعث) باجماعت نماز جمعہ اور جماعت (ہجگانہ) کو ترک کر دے۔ نماز جمعہ کو بطور دوام (ہمیشہ کے  
 لئے) ترک کر دینے والا کافر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”جو شخص بلا عذر جمعہ ترک کر  
 دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے“۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ  
 حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حج اوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا ”جان لو کہ اس جگہ، اس مہینہ  
 میں، اس سال میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک کے لئے تم پر جمعہ فرض کر دیا ہے۔ لہذا اگر کوئی  
 شخص امام ظالم یا عادل ہونے کے باوجود نماز جمعہ کو حقیر سمجھے یا فرض کا انکار کرے یا اس کو ترک کر  
 دے تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی دور نہ کرے گا۔ نہ ہی اس کے کام پورے فرمائے گا۔ سن لو! نہ اس کی  
 نماز قبول ہوگی اور نہ اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی۔ نہ اس کا حج قبول ہوگا اور نہ روزہ تا وقتیکہ وہ توبہ نہ کرے۔“  
 اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (مندرجہ بالا سزا اس لئے کہ) نماز جمعہ کا تارک  
 دعوتِ لہی کی توقیر و توبہ نہیں کرتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اے ایمان والو! جب تم کو جمعہ کی  
 نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کو یاد کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ بڑھو“۔

گوشہ گری اور خلوت نشینی کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ لوگوں پر طعن نہ کرو اور نہ ان کی  
 جماعتوں کو چھوڑو۔ بس جہاں تک ہو سکے ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اس لئے لازم ہے کہ جہاں تک  
 ممکن ہو سکے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرے کیونکہ جھوٹی بات دو آدمیوں کے ہی درمیان  
 ہوتی ہے (ایک کہتا ہے دوسرا سنتا ہے) گناہ بھی دو کے ملنے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح قتل بھی دو کے  
 بغیر نہیں ہوتا (ایک قاتل دوسرا مقتول) رہزنی بھی دو آدمیوں کے درمیان واقع ہوتی ہے (ایک  
 راگیر، دوسرا رہزن) بس سب سے الگ تھلگ اور تنہائی اختیار کرنے میں سلامتی ہے البتہ دینی  
 معاملات میں اگر کوئی تعاون کرے تو گوشہ گیری اور تنہائی مناسب نہیں ہے (ماخوذ از غنیۃ الطالبین)

ملکی گندم سے تیار شدہ دمیکی آٹا

دمیکی آٹا

10  
KG

میٹاں عبدالوحید

وزن

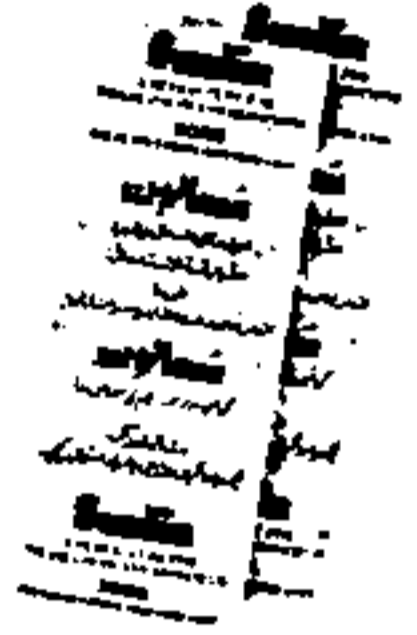
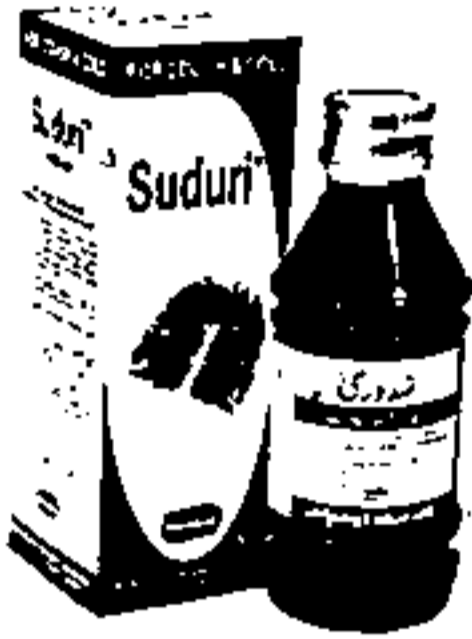
سرتاج فلوور ملز جی جی روڈ  
لاہور

فون: 6544282-6544633-6541917



# کھانسی، نزلہ، زکام کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی موثر تدبیر بھی



## صدوری

موثر جزی بولٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جگہوں سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مفید۔

شوگر فری صدوری بھی دستیاب ہے۔



## لعوق سپستال

نزلہ زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت مدد حال کرتی ہے۔ اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستال، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا موثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے



## جوشینا

نزلہ، زکام، فلو اور آن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔ جوشینا کارڈوزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دور کرتا ہے۔ جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔



## سعالین

مفید جزی بولٹیوں سے تیار کردہ سعالین گٹے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور موثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم اگر دغبات کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سعالین پیئیں۔ سعالین کا باقاعدہ استعمال گٹے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

سعالین، جوشینا، لعوق سپستال، صدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مقامی دکانوں اور سائٹس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔  
آپ ہملا دوست ہیں۔ امتیاز کے ساتھ مصنوعات ہملا خریدتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہیں اور ہم  
شہر ہمدرد کی تعمیر میں کل مددگار ہیں اس کی تعمیر میں آپ کی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ایب سائٹ ملاحظہ کیجیے  
www.hamdard.com.pk

## لاہور میں اوقات نماز - دسمبر

تاریخ	صبح صادق ابتداء فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	صحو کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	5 : 18	6 : 44	11 : 08	11 : 52	3 : 22	4 : 59	6 : 25
2	5 : 19	6 : 45	11 : 09	11 : 52	3 : 22	4 : 59	6 : 25
3	5 : 20	6 : 46	11 : 09	11 : 53	3 : 22	4 : 59	6 : 25
4	5 : 20	6 : 47	11 : 09	11 : 53	3 : 22	4 : 59	6 : 25
5	5 : 21	6 : 48	11 : 10	11 : 54	3 : 22	4 : 59	6 : 25
6	5 : 22	6 : 49	11 : 10	11 : 54	3 : 22	4 : 59	6 : 26
7	5 : 23	6 : 50	11 : 10	11 : 54	3 : 23	4 : 59	6 : 26
8	5 : 23	6 : 50	11 : 11	11 : 55	3 : 23	4 : 59	6 : 26
9	5 : 24	6 : 51	11 : 11	11 : 55	3 : 23	4 : 59	6 : 26
10	5 : 24	6 : 51	11 : 11	11 : 56	3 : 23	4 : 59	6 : 27
11	5 : 25	6 : 51	11 : 12	11 : 56	3 : 24	4 : 59	6 : 27
12	5 : 26	6 : 52	11 : 12	11 : 57	3 : 24	4 : 59	6 : 27
13	5 : 26	6 : 53	11 : 13	11 : 57	3 : 24	5 : 00	6 : 28
14	5 : 27	6 : 53	11 : 13	11 : 58	3 : 25	5 : 00	6 : 28
15	5 : 27	6 : 54	11 : 14	11 : 58	3 : 25	5 : 01	6 : 29
16	5 : 28	6 : 55	11 : 15	11 : 59	3 : 25	5 : 01	6 : 29
17	5 : 29	6 : 56	11 : 15	11 : 59	3 : 26	5 : 02	6 : 29
18	5 : 30	6 : 56	11 : 16	12 : 00	3 : 26	5 : 02	6 : 30
19	5 : 30	6 : 57	11 : 16	12 : 00	3 : 26	5 : 03	6 : 30
20	5 : 31	6 : 58	11 : 17	12 : 01	3 : 27	5 : 04	6 : 31
21	5 : 31	6 : 58	11 : 17	12 : 01	3 : 27	5 : 04	6 : 31
22	5 : 32	6 : 59	11 : 18	12 : 02	3 : 27	5 : 05	6 : 31
23	5 : 33	6 : 59	11 : 18	12 : 02	3 : 28	5 : 05	6 : 32
24	5 : 33	7 : 00	11 : 19	12 : 03	3 : 28	5 : 06	6 : 32
25	5 : 34	7 : 00	11 : 20	12 : 03	3 : 28	5 : 06	6 : 33
26	5 : 34	7 : 01	11 : 20	12 : 04	3 : 29	5 : 07	6 : 33
27	5 : 34	7 : 01	11 : 20	12 : 04	3 : 29	5 : 07	6 : 34
28	5 : 35	7 : 02	11 : 21	12 : 05	3 : 30	5 : 08	6 : 35
29	5 : 35	7 : 02	11 : 21	12 : 05	3 : 30	5 : 08	6 : 35
30	5 : 35	7 : 03	11 : 22	12 : 06	3 : 31	5 : 09	6 : 36
31	5 : 36	7 : 03	11 : 22	12 : 06	3 : 31	5 : 09	6 : 36

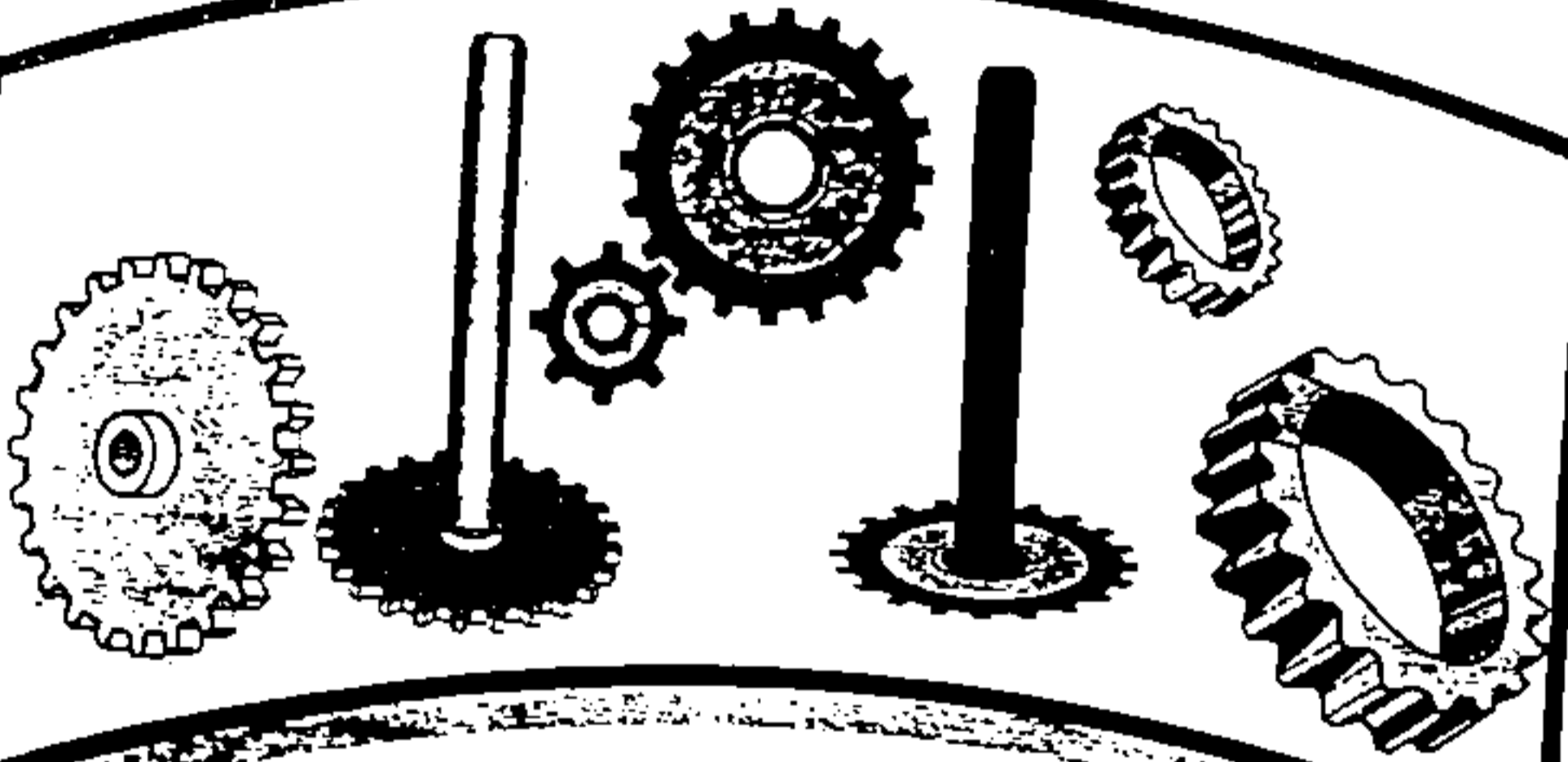
## ﴿لاہور سے مشہور شہروں کا فرق﴾

آزاد کشمیر (کوٹلی) 3 منٹ بعد۔ بہاولپور، 14 منٹ بعد۔ پشاور، 12 منٹ بعد۔ حیدرآباد، 23 منٹ بعد۔  
ڈیرہ قاری خان، 15 منٹ بعد۔ راولپنڈی، 6 منٹ بعد۔ سیالکوٹ، 3 منٹ بعد۔ سرگودھا، 6 منٹ بعد۔  
ساہیوال، 6 منٹ بعد۔ فیصل آباد، 5 منٹ بعد۔ کراچی، 27 منٹ بعد۔ کوئٹہ، 28 منٹ بعد۔  
گجرات، 2 منٹ بعد۔ گوجرانوالہ، 3 منٹ بعد۔ لاڑکانہ، 24 منٹ بعد۔ میانوالی، 10 منٹ بعد۔  
مری، 4 منٹ بعد۔ ملتان، 11 منٹ بعد۔

نوٹ:- ﴿اوقات میں کسی قسم کی لفظی ہوتو ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ کے لیے ازالہ کیا جاسکے۔﴾

اینڈ  
منیر احمد برادرز

M&B مینوفیکچررز



رم ایکسل - ریئر ایکسل - فرنٹ ایکسل برائے بیڈ فورڈ  
فیٹ، فورڈ، میسی، ہیلارس، بس، ٹرک و دیگر - ڈیسلز،  
تمام ماڈلز کے ایکسل و دیگر پارٹس آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں۔

منیر احمد اینڈ برادرز پسرور روڈ، ڈسکہ

فون فیکٹری: 052-6613233 رہائش: 052-6610488 موبائل: 0300-9612876

شرقیو شریف میں آستانہ عالیہ شیر ربانی نقشبندی مجددی LRL-66

شرقیو نقشبندی مجددی

زیر سرپرستی فخر المشائخ حضرت

# میاں جمیل احمد



مختلف رفاہی ادارے



برائے طلباء

داراللمبلغین حضرت میاں صاحبؒ



برائے طالبات

جامع حضرت میاں صاحبؒ



فری سفری شفا خانہ

شیر ربانی فری ڈسپنسری



(جس میں ایکس رے، ای سی جی، ایبویٹنس وغیرہ کا اہتمام ہے)

شب و روز خدمت خلق انجام دے رہے ہیں۔ اہل ثروت حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ وہ ان اداروں کی سرپرستی فرما کر ان کو مضبوط کریں۔ خصوصاً عیدالضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالیں (یا ان کی فروخت سے حاصل شدہ رقوم) ادارہ داراللمبلغین حضرت میاں صاحب شرقیو شریف میں ارسال کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

الداعیان!

میاں خلیل احمد شرقیو، میاں سعید احمد شرقیو، میاں جلیل احمد شرقیو (ایم۔ این۔ اے) ساجزادہ



آستانہ عالیہ: شرقیو شریف، ضلع شیخوپورہ (پاکستان)

